امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان
ماہنامہ شریعت
جلد 9 جون 2020ء بمطابق شوال المکرم 1441ھ ق شمارہ 4
ماہنامہ شریعت کا سوواں شمارہ
اور دل کی چند باتیں
ایک ایسا قتل جس نے پورے امریکہ کو ہلا کر رکھ دیا
ماہنامہ شریعت کی کامیاب سنچری
ماہنامہ شریعت کی صحافتی منزلیں
بولتا عزم واستقامت "شریعت وارباب شریعت"
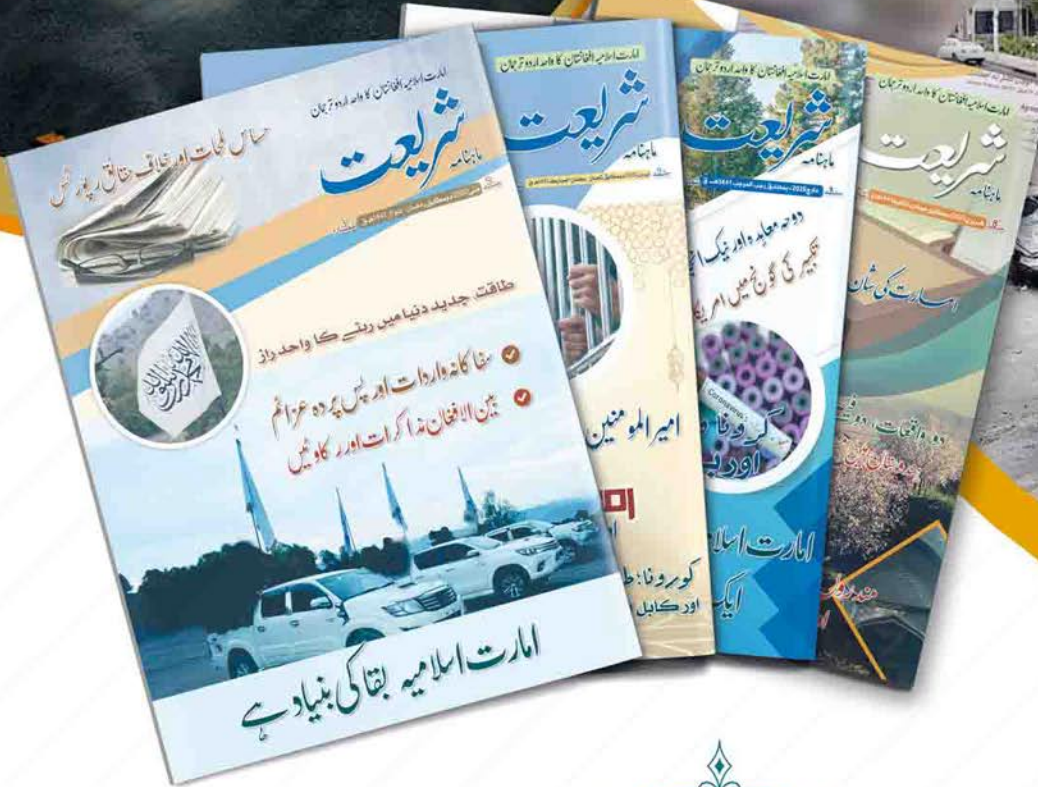
عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا. قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَا: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ، لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ.

أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب المساجد، باب رفع الصوت فی المساجد، ۱/۱۷۹، الرقم: ۴۵۸، والبیہقی فی السنن الکبری، ۲/۴۴۷، الرقم: ۴۱۴۳.

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ فرمایا: جاؤ اور اُن دو آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں دونوں کو لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں کون ہو یا کہاں رہتے ہو؟ ان دونوں نے کہا: اہل طائف سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو سزا دیتا۔ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو!

جلد ۹/جون ۲۰۲۰ / شوال المکرم ۱۴۴۱ / شمارہ ۴

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40 ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30 ڈالر

بنگلہ دیش: 28 ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس درون

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

ماہنامہ شریعت کا سوواں شمارہ اور دل کی چند باتیں

محترم قارئین آپ کے ہاتھوں میں موجود ماہنامہ شریعت کا یہ شمارہ سوواں شمارہ ہے۔ اپنی کم افرادی قوت اور محدود وسائل کو دیکھتے ہوئے حیرانگی ہوتی ہے اور یقین نہیں آتا کہ ہم سو شمارے شائع اور قارئین تک پہنچا چکے ہیں؟

لیکن جب اللہ تعالیٰ کے فضل اور مدد کو دیکھتے ہیں تو یقین آجاتا ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے ہمیں بلا تعطل سو شمارے شائع کرنے اور قارئین تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ جس پر ہم اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کرتے ہیں اور مزید توفیق کے طلبگار ہیں۔

قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ دنیا کی بڑی طاقتوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لئے گزشتہ 40 برس سے افغانستان کو میدان جنگ بنا رکھا ہے، پہلے روس نے اس ملک پر اپنا قبضہ جمانے کی غرض سے حملہ کیا اور بدترین شکست سے دوچار ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اس کے بعد امریکہ کی قیادت میں مغربی اتحاد نے افغانستان پر قبضہ جمانے کی غرض سے حملہ کیا جو گزشتہ 19 برس سے جاری ہے اور افغانستان کی جنگ زدہ، مظلوم اور غریب عوام اس بڑی اتحاد کے خلاف دفاعی جنگ میں مصروف ہیں اور الحمد للہ فتح یاب بھی ہیں۔

ایک جانب انسانی تاریخ کی سب سے بڑی جنگی اتحاد ہے جس کی قیادت دنیا کی سپر پاور امریکہ کے ہاتھ میں ہے، فوج کی کمان اعلیٰ پائے کے جرنیلوں کے ہاتھوں میں ہے، امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کے فوجی یونیورسٹیوں اور اکیڈمیوں کے تربیت یافتہ فوجی میدان جنگ میں ہیں، دنیا بھر کے مادی وسائل اور جدید ترین اسلحہ و جنگی ساز و سامان کی فراوانی ہے جبکہ دوسری جانب قیادت اور میدان جنگ کی کمان ایک خاک نشین ملا کے ہاتھ میں ہے، دشمن کے خلاف میدان جنگ میں لڑنے والوں نے کسی جنگی تربیت کی اکیڈمی کو دیکھا تک نہیں، وسائل، اسلحہ اور جنگی ساز و سامان دشمن کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے لیکن ایمانی قوت، اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کامل، اپنے دین و ملت کی دفاع کا جذبہ اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کا عزم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دشمن پر غالب ہیں۔

لیکن اس جنگ کے علاوہ ایک جنگ اور بھی ہے جسے میڈیا وار کہا جاتا ہے۔ ہماری جو پوزیشن میدان جنگ میں ہے وہی پوزیشن میڈیا وار میں بھی ہے۔ دشمن گرم جنگ کی طرح اس جنگ میں بھی بڑی دولت خرچ کر رہا ہے جس کی وجہ سے تقریباً پوری عالمی میڈیا دشمن کے ہاتھ میں ہے جو دن رات دشمن کے حق اور مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈے میں سرگرم ہے، دیکھا جائے تو دشمن کے مقابلے میں وسائل کے اعتبار سے امارت اسلامیہ کی میڈیا نہ ہونے کے برابر ہے، لیکن چونکہ یہاں ہدف مادی فوائد نہیں، حقائق کو مسخ کر کے پیش نہیں کیا جاتا، مظلوموں کی آہ و بکا سے دنیا کو آگاہ کرنا اور دشمن کا اصل چہرہ دنیا کو دکھانا، حقائق سے پردہ اٹھانا اور امارت اسلامیہ کی پالیسی اور اہداف سے دنیا کو باخبر رکھنا اصل مقصد ہے، نیک جذبے اور خلوص سے کام کیا جاتا ہے اس لئے مجاہدین انتہائی محدود وسائل کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے اس میدان میں بھی غالب و کامیاب ہیں، جس کا اعتراف دشمن کئی بار واضح الفاظ میں کر چکا ہے۔

یہ بات ہمارے لئے باعث افتخار و مسرت ہے کہ ماہنامہ شریعت بھی اسی حق گو فاتح قافلے کا حصہ ہے۔ ماہنامہ شریعت میں کام کرنے والے ہم سب کمزور بندے ہیں، اردو ہماری مادری زبان نہیں، اعلیٰ علم اور ادبی و صحافتی میدان میں کسی بڑے مقام اور تجربہ کے دعویدار نہیں، اپنے اس مجلہ کو لفظی، فنی، علمی اور ادبی غلطیوں سے پاک اور صحافت کے میدان میں کوئی بڑا معیاری مجلہ نہیں سمجھتے، ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہم نے امارت اسلامیہ کی ترجمانی کا کماحقہ حق ادا نہیں کیا اور نہ ہی ہم ہر چیز قارئین کے ذوق کے مطابق فراہم کر سکے ہیں۔

ہم مانتے ہیں کہ اکثر اوقات ہم اپنی بعض مجبوریوں، ناسازگار حالات اور اپنی کمزوریوں کی وجہ سے مجلہ بروقت قارئین تک نہیں پہنچا سکے ہوں گے۔ ہم ان کوتاہیوں پر معذرت خواہ ہیں، اور ان کمی کوتاہیوں کے باوجود ہم قارئین کی جانب سے حوصلہ افزائی پر تمام قارئین کے مشکور ہیں اور آئندہ کے لئے بھی ان سے حوصلہ افزائی کے طالب ہیں۔ امید ہے قارئین ہمیں اپنی دعاؤں، نیک تمناؤں اور مفید تجاویز سے محروم نہیں کریں گے۔

آخر میں شکریہ ادا کرتا ہوں ان احباب کا جو بغیر کسی مادی لالچ کے اخلاص اور محبت کے ساتھ اس عظیم خدمت کو سرانجام دے رہے ہیں، اپنے تمام تر کاموں پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسے اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ بعض اوقات اپنے عزیز و اقارب کی وفات پر بھی مجلے کے کام میں تاخیر و تعطیل گوارا نہیں کی۔

میں امارت اسلامیہ کے قائدین اور رہنماؤں کا ازحد شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھ ناچیز پر اعتماد فرماتے ہوئے مجھے اس خدمت کے لائق سمجھا اور ان ناسازگار حالات میں بھی ہمیں ہر قسم وسائل بروقت فراہم کئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے قائدین اور کارکنان کو دین اسلام کی مقبول خدمت کے لئے لمبی زندگی اور اجر عظیم عطا فرمائے، اور ہمارے اس مجلے کو اپنے اعلیٰ اہداف و مقاصد میں کامیابی سے نوازے، اسے شریعت کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شریعت کا خدمتگار اور امور خیر کا ایک عظیم منبع بنائے۔ آمین

نمونہ اسلاف مولوی نظر گل صاحب سے گفتگو

جناب مولوی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

وبعد! امارت اسلامیہ افغانستان کے ثقافتی کمیشن نے فیصلہ کیا ہے کہ ملک کے ممتاز علماء ومشائخ سے ان کی علمی، جہادی اور نجی زندگی پر ہمہ پہلو معلوماتی گفتگو کی جائے تاکہ نئی نسل اس سے رہنمائی کا کام لے سکے اور انہیں اپنے اسلاف کے افکار، صفات اور کردار سے شناسائی مل جائے۔

ان انٹرویوز کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی سلسلے میں آپ سے گفتگو کا شرف حاصل کیا جا رہا ہے۔ امید ہے شریعت کے قارئین کو اپنے زریں خیالات سے آگاہ کریں گے۔

سوال:

حضرت! آپ کی شہرت، علمی مقام اور جہادی زندگی سب کے سامنے ہے۔ مگر پھر بھی انٹرویو کی روایت کے پیش نظر برائے مہربانی پہلے ہمارے قارئین کو اپنا تعارف پیش کریں۔

جواب:

امارت اسلامیہ افغانستان کے ثقافتی کمیشن (میڈیا ونگ) کے تمام بڑے رہنماوں، ذمہ داران، کارکنوں اور عام قارئین اور ناظرین کو!

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے شریعت میگزین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے وطن عزیز (افغانستان) کے علماء کی فہرست میں مجھے بھی شامل کرلیا۔ یہ ان کا حسن ظن ہے، اللہ تعالی ہمیں حقیقی علماء میں شامل فرمائے۔

میں نظر گل حاجی قلم الدین کا بیٹا اور حاجی محمد امین کا پوتا ہوں۔ صوبہ لوگر ضلع محمد آغا کے گاوں مغل خیل کا رہائشی ہوں اور اپنی عمر کی 72 ویں بہار میں ہوں۔

سوال:

اپنے تعلیمی سلسلے پر تھوڑی سی روشنی ڈالیں کہ مروجہ روایتی فنون کہاں پڑھے ہیں، خصوصا علوم عالیہ موقوف علیہ یا دورہ حدیث کے متعلق بتائیں کہ کہاں اور کن اساتذہ سے پڑھے؟ مہربانی فرما کر اپنے کچھ ان اساتذہ کے نام بیان فرمائیں جن سے زیادہ فیض اور علم حاصل کیا ہے۔

جواب:

محترم آپ جانتے ہوں گے کہ افغانستان میں سابقہ تدریسی نظام انفرادی ہوتا تھا۔ فنون میں نے مختلف اساتذہ سے پڑھے۔ بعض معتمد فنون اور تکملہ کی کتب میں نے ان اساتذہ سے پڑھی ہیں: شیخ الحدیث فقیر محمد مرحوم نوراللہ مرقدہ۔ جو لوگر مرکز کے پاتخواب شانہ گاوں کے تھے۔ الحاج عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ جو سرسنگ اخندزادہ کے نام سے مشہور تھے۔ اصلا وہ لوگر مرکز کے شمک قلعہ سے تھے۔

حاجی صاحب محمد صادق مرحوم نوراللہ مرقدہ۔ جو اصلا غزنی کے ضلع شلگر کے تھے اور لوگر ضلع محمد آغا کے گاوں محمد آغا میں مدرس اور امام تھے۔ محمد آغا امام صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ مولوی علم گل شہید نوراللہ مرقدہ جو لوگر پاتخواب شاہی گاوں کے رہنے والے تھے۔

میرے مشہور اساتذہ یہی ہیں۔ موقوف علیہ میں نے مولوی فضل الحق گمنام اخندزادہ شہید سے پڑھا۔ جو ملا محسن قلعہ اخندزادہ سے مشہور تھے۔ اصلا لوگر کے ضلع محمد آغا کُلی گاوں کے باسی تھے۔ خلق وپرچم (کمیونسٹ حکومت) کے ابتدائی دور میں جہاد کے صوبائی امیر بھی تھے۔

دورہ حدیث الحاج مولانا محمد اسلم صاحب رحمہ اللہ سے کیا۔ مرحوم صوبہ غزنی کے ضلع ناوہ گاوں سرہ کلی سے تعلق تھا۔ دورہ حدیث کا آغاز کابل سرچوک پر واقع چار منزلہ مسجد کوہستان حضرت صاحب کی مسجد سے کیا۔ پھر طلبہ اور اساتذہ شہر کی زندگی سے تنگ آگئے۔ وجہ یہ تھی کہ یہ شہر کے بیچ میں تھا۔ شور کی وجہ سے طلبہ اور اساتذہ کے لیے مطالعہ مشکل ہوتا تھا۔ شیخ صاحب نے مجھ سے کہا کہ اطراف اور دیہات میں کہیں جگہ دیکھو میں بہار کے آتے ہی کابل سے چلا جاوں گا۔

جناب شیخ القرآن والحدیث مغل خیلو میر صاحب اور شیخ القرآن والحدیث جناب

فضل الحق اخندزادہ نے صوبہ لوگر کے مرکز پاتخواب شانہ گاوں میں شاہی بیالے کے پاس سڑک کنارے نئے مدرسے کی بنیاد رکھی تھی۔ ایک سال پہلے ہی فضل الحق اخندزادہ صاحب کلنگار سے تدریس کے لیے یہاں آتے۔ اہتمام کی ذمہ داریاں مولوی محمد نبی شہید سنبھال رہے تھے۔ جولوگر پاتخواب میں رہتے تھے۔

میں ان کے پاس آیااوران سے کہاکہ مکمل دورہ حدیث کے اساتذہ اور طلبہ میں آپ کے پاس لے کر آوں گا۔ آپ ان کا انتظام اگر کر سکیں تو۔ شیخ صاحب تنخواہ بھی کوئی نہیں لیں گے۔ یہاں تک کہ کھانا بھی مستقل نہیں مانگیں گے۔ مہتمم بہت خوش ہوااور انہوں نے منظور کرلیا۔ سردیاں گذرنے کے بعد ہم سب یہاں پاتخواب شانہ آگئے۔ خزاں تک اپنادورہ حدیث بہت خوشی خوشی مکمل کرلیا۔

سوال:

ایسا سنا ہے کہ شیخ المشائخ حضرت میر عبدالستار جان صاحب جو اپنے دور کے بڑے ولی اور ممتاز عالم تھے۔ انہیں آپ سے بے انتہا محبت اور شفقت تھی۔ اس کا راز اگر بتادیں۔ ساتھ ہی اگر کچھ ان کی علمی، روحانی اور اجتماعی شخصیت کے حوالے سے کچھ یادداشتیں ہمارے ساتھ شریک کریں تو یہ ہماری نوجوان نسل اور معاصر علماء پر آپ کی شفقت ہو گی۔ تاکہ ہم اپنے اسلاف کے حالات اور سیرت سے باخبر ہوجائیں۔

جواب:

میر صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اتنا کہوں گا کہ وہ اپنے وقت کے بڑے ولی اور عالم تھے اور مجھ سے بے انتہا محبت کا راز یہ ہے کہ مجھ سے ان کا تعلق بھی زیادہ تھا۔ میں ان کی خدمت میں بہت حاضر ہوتا تھا۔ مجھ سے جتنی شفقت کرتے تھے اتنی ہی میں ان کی عزت کرتا تھا۔ ایک دن خود ہی مجھ سے کہاکہ میرے پاس آیا کرو جلالین اور اس طرح کی دوسری کتابیں شوق سے پڑھاوں گا۔ میں نے کہا حضرت آپ ہمارے گاوں میں ہیں۔ یہاں میں مسجد میں آپ کے پاس پڑھائی کروں اور میرے والد اور بھائی یہیں زمین میں کام کریں تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ آپ میرے لیے بس دعا کریں، پھر وہ مجھے بہت دعائیں دیتے تھے۔

جناب میر صاحب اپنے دور کے بہت بڑے ولی تھے۔ ان کا سماجی کردار بھی بہت بے مثال تھا۔ ظاہر شاہ کے دور میں افغانستان میں روس کی مداخلت بڑھنے لگی تھی۔ حتی کہ فوج میں ملٹری آفیسر اور پارلیمنٹ کے اراکین بھی ان کے ہم خیال پیدا ہونے لگے۔ روس کے حامیوں کی تعداد بڑھنے لگی تو جناب میر صاحب نے لوگر خاص سے چند صاحب فکر لوگوں، صوبہ وردگ سے عبدالرب اخندزادہ اور غزنی وقندہار سے بہت سے تجربہ کار اور اہل دانش علماء کرام کو بہت خفیہ طریقے سے بلاکر مشورہ کیا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ صوبائی اور ضلعی ہر سطح پر جید علماء کرام کو امیدوار مقرر کیا جائے اور وسیع پیمانے پر اس کے مہم چلائی جائے۔ تاکہ علماء کرام کامیاب ہوکر پارلیمنٹ میں جائیں اور پارلیمنٹ میں روس کے حامیوں کا راستہ روکیں۔ یہی وجہ تھی کہ لوگر سے بھی ممتاز علماء امیدوار بن گئے۔ اپنے علماء جو امیدوار تھے ان کے لیے شیخ صاحب نے بھی وسیع پیمانے پر مہم چلائی۔ میر صاحب کے مہم کی برکت تھی کہ لوگر سے مولوی محمد نبی محمدی اور مولوی سید اکبر دلاور پارلیمنٹ کے اراکین منتخب ہوگئے۔ اس مہم کے دوران میر صاحب دو افراد کے ساتھ لوگر ضلع چرخ سے ضلع خروار (اسلام درہ) کے لیے چل پڑے۔ کوتل کی شاہراہ پر خلقیوں نے ایک بڑی چٹان سے سڑک بند کردی تھی۔ تاکہ میر صاحب کو اپنے علماء کے لیے الیکشن مہم سے روک سکیں۔ کیوں کہ میر صاحب کا اثرورسوخ مخالفین میں زیادہ تھا۔ مخالفین جانتے تھے کہ عوام میر صاحب کی بات مانیں گے۔ ان کی پوری کوشش تھی کہ میر صاحب کی مہم کا راستہ روکیں۔ ان کے ایک عالم دین دوست کا کہنا تھا کہ گاڑی رکی۔ ہم اتر گئے اور چٹان کو ہٹانے کے لیے اپنی پوری کوشش کی مگر چٹان جگہ سے نہ ہلی۔ جناب میر صاحب اسماء الحسنی کا ذکر کرنے میں مصروف تھے۔ نیچے اترے۔ انہوں نے سفید جبہ پہن رکھا تھا۔ جبہ اتار کر تہہ کر کے ایک جھاڑی پر رکھا۔ دونوں ہاتھوں سے پتھر کو نیچے سے دھکیلا اور اللہ اکبر کہتے ہوئے چٹان کو سڑک کے کنارے پر دھکیل دیا۔ راستہ کھل گیا اور ہم خروار کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس دوران خاموش رہے اور ہمیں کچھ بھی نہیں کہا۔

دوسرا واقعہ یہ تھا کہ جب ظاہر شاہ کی حکومت کے خلاف علماء کے مظاہرے شروع ہوگئے اور کابل کی پل خشتی مسجد میں بہت سے لوگ اکٹھے ہوگئے۔ حتی کہ ننگرہار، لغمان، سے بھی بڑے بڑے جلوس آپہنچے۔ صبغت اللہ مجددی اور اخوانیوں نے مظاہرے ہائی جیک کرکے ان کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مظاہروں کا رخ سیاسی ہوگیا۔ جناب میر صاحب اس سے ناراض ہوگئے کیوں کہ مظاہرے جس مقصد کی خاطر شروع کیے گئے تھے وہ یہاں باقی نہیں رہا تھا۔ صبغت اللہ مجددی اور اخوانیوں نے اسے سیاسی رنگ دے دیا۔ پل خشتی مسجد کی دوسری منزل پر میر صاحب نے اپنے بعض ہم راز علماء کو بلایا۔ میں بھی میر صاحب کے کہنے پر اس مجلس میں حاضر ہوگیا۔ میر صاحب نے مظاہرے کے منفی پہلووں پر روشنی ڈالی جس پر لوگوں نے

اتفاق کرلیا۔ یہ طے ہوا کہ مارشال ولی خان جو سردار داود کے چچا تھے ان کے پاس جاکر دو چار اہم مطالبات ان کے سامنے رکھے جائیں اور ان سے تسلیم کروائے جائیں اور اپنی طرف سے مظاہرہ ختم ہونے کا اعلان کیا جائے۔ تاکہ مظاہرہ ختم کرنے کا جواز بھی مل سکے۔ جناب میر صاحب اور تین افراد مل کر شاہ ولی خان کے پاس گئے۔ شاہ ولی خان نے مطالبات تسلیم نہیں کیے۔ میر صاحب بہت جلال میں وہاں سے اٹھے۔ شاہ ولی خان کو ٹائی سے پکڑ کر دھمکایا اور کہا اسی طرح قیامت کے روز اپنے نانا کے سامنے تمہارا اگریبان پکڑوں گا۔ نانا سے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارہ کیا کیوں کہ میر صاحب سید تھے۔ شاہ ولی خان بہت ہیبت زدہ ہوا اور خاموش کھڑا رہا۔ میر صاحب اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے نکل پڑے۔

میر صاحب کی عادت یہ تھی کہ جب بھی یہاں لوگر کا نیا گورنر مقرر ہو کر آتا تو میر صاحب مبارک باد دینے ان کے پاس جاتے اور لوگر کے علماء اور مدارس کے حوالے سے انہیں تفصیلی بریفنگ دیتے۔ لوگر کے دیندار عوام کے متعلق تفصیلی باتیں بتاتے تاکہ نیا گورنر یہاں کے علماء اور مدارس کے عادات اور مزاج سے واقف ہو۔ میر صاحب اپنے تعاون کا پورا یقین دلاتے جس سے وہ بہت متاثر ہوتے۔

سوال:

جناب شیخ صاحب اپنے تدریسی سلسلے کے حوالے سے معلومات فراہم کریں کہ ایک فاضل عالم کے لیے تدریس کی اہمیت رکھتا ہے اور آپ کے خیال میں ایک مدرس عالم میں کونسی خصوصیات ہونی چاہییں؟

جواب:

آپ کے اس سوال کے جواب میں اتنا کہوں کہ میرے پاس دورہ حدیث کے سال جب میں ابھی خود طالب علم تھا 13 طلبہ تھے جنہیں میں کتابیں پڑھاتا تھا۔ فراغت کے بعد لوگر مرکز میں کمال خیل گاوں کی امامت میری تھی۔ اس دور میں رائج طریقہ یہ تھا کہ ایک بڑے گاوں میں ایک مدرس عالم اگر امام بنتا تو آس پاس کی تمام مساجد کی امامت کے امور سنبھالنا اس کے ذمے ہوتا تھا۔ پھر عادت یہ تھی کہ اس مدرس عالم کے ساتھ مسجد میں طلبہ رہائش پذیر ہوتے تھے اور وہی امامت میں استاد کے ساتھ تعاون کرتے۔ اس طرح کمال خیل علاقے کی 8 مساجد میں سنبھالتا تھا۔ وہاں طلبہ امامت کراتے اور پڑھنے کے لیے میرے پاس آتے۔ میں ہر طرف سے درس کے لیے فارغ ہوتا۔ زیادہ محنت اور وقت تدریس اور مطالعہ میں لگتا۔ شوق زیادہ تھا حتی کہ فجر کی اذان کے بعد نماز تک ایک کتاب پڑھاتا۔ پھر فجر کے بعد ظہر تک درس کا سلسلہ جاری رہتا۔ پہلے سال صرف کی کتابیں، نحو میں کافیہ، جامی، منطق میں مرزا قطبی تک اسی طرح فقہ اور اصول فقہ کی کتابیں جیسے نور الانوار وغیرہ پڑھاتا رہا۔

پھر کچھ عرصہ بعد سردار داود خان کے خلاف خلقیوں نے بغاوت کردی۔ حالات تبدیل ہونے لگے۔ ملا حسن قلعہ اخندزادہ صاحب کی سرپرستی میں خفیہ جہادی کوششیں شروع ہونے لگیں۔ مجھے جہادی مرکز قلعہ جواد کے لیے قاصد مقرر کیا گیا۔ رابطوں کے سلسلے میں روزانہ آنا جانا ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگر کے صوبائی سیکرٹریٹ پر حملہ ہوا اور جہاد کی آواز اٹھنے لگی۔ درس کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اللہ تعالی قبول فرمائے۔ تدریس ایک فاضل عالم کے لیے اپنے اہداف تک رسائی کے لیے بڑی کامیابی ہے۔ میں نے اپنی ابتدائی حالت میں بھی کسی خان، ملک اور دنیادار سے کوئی لالچ نہیں رکھی۔ علم کی نسبت سے خود کو دنیاداروں سے بہتر سمجھتا تھا اور سب میرا احترام کرتے تھے۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ عمل میں استغنی اور اپنی علمی مصروفیت ہونی چاہیے۔ ہر عالم کو عمل میں استغنی رکھنی چاہیے، اللہ تعالی بہت عزت اور احترام دیتا ہے۔

سوال:

جب کمیونسٹوں نے افغانستان اپنا تسلط قائم کرنا چاہا اور اقتدار پر قبضے کی کوشش کی تو اس وقت لوگر میں جہاد کی قیادت کون کررہے تھے؟ کچھ نمایاں لوگوں کے نام اگر ذکر کردیں؟

جواب:

میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ جہاد کی عمومی قیادت جناب ضیاء المشائخ صاحب رحمہ اللہ اور ان کے صاحبزادے اسماعیل جان آغا صاحب جنہیں ہم رئیس صاحب کہتے تھے وہی کررہے تھے۔ جہاد کا مرکز کابل کا قلعہ جواد تھا۔ انہوں نے لوگر کے لیے صوبائی امیر جناب فضل حق صاحب کو مقرر کیا تھا۔ مجھے ان کے درمیان رابطے کے لیے قاصد مقرر کیا گیا تھا کیوں کہ مجھ پر دونوں کو اعتماد تھا۔

صوبائی امیر کے پاس اپنے کچھ شاگرد تھے جیسے ملا خوشحال، ملا کاتب، ملا عزیز اللہ، ملا عزیز الرحمن، ملا زلمی، ملا موسی جان، ملا اسد اللہ ملا خاصدار الوزئی۔ یہ لوگ ان کے معاون ہوتے تھے۔ سارے کام بہت منظم طریقے سے جاری رہے۔ رابطے اور

تعلقات پل خمری، وردگ، غزنی اور پکتیا تک پہنچ گئے۔ حتی کہ نصراللہ منصور صاحب، ضلع چرخ کے مولوی سید اکبر صاحب، مولوی محمد نبی محمدی صاحب یہ سب صوبائی امیر کے پاس آتے اور مشاورت کرتے۔ اس وقت ہم نے کابل کی کمیونسٹ فوج میں فوجی بغاوت کا منصوبہ ترتیب دیا تھا۔ جس کی سرپرستی وزیر مالیات عبدالمالک خان کر رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں گرین سگنل دیا۔ اس سے قبل کہ بغاوت برپا ہوتی راز افشاء ہوگیا اور عبدالمالک اپنے ساتھیوں سمیت گرفتار ہوگئے۔ اسی طرح حاجی محمود صاحب اور ملا مراد گل بھی ایک چھاپے میں گرفتار ہوگئے۔ ساتھیوں نے صوبائی امیر کے طور پر ملا خوشحال کو نیا امیر مقرر کیا۔ بعد ازاں بہت کوششوں کے بعد لوگر کے صوبائی حکومتی مرکز پر حملہ کیا جہاں بہت سا اسلحہ ہاتھ آیا۔ اس طرح بڑے پیمانے پر مجاہدین مسلح ہوگئے اور ہر طرف حملے شروع ہوگئے۔

سوال:

آپ نے پڑوسی ملک پاکستان کب ہجرت کی۔ کہاں رہائش رہی اور وہاں سے اپنا مشن کیسے جاری رکھا؟

جواب:

1984 میں ہم نے پاکستان ہجرت کی۔ دو سال بڈہ بیر کے علاقے میں رہا۔ پھر جب مولوی محمد نبی محمدی کی فیملی بن گئی تو میں وہاں رہا۔ پھر جب حرکت انقلاب اسلامی کی تنظیم منظم ہوگئی۔ امیر صاحب نے مجھے اپنے ساتھ دفتر میں کچھ امور کے لیے رکھ لیا۔ ایک سال تک دفتر میں مختلف خدمات انجام دیں۔ شوری کا رکن بھی رہا پھر لوگر میں بھی امیر صاحب کی اجازت سے مختلف دورے کیے اور اپنی جہادی خدمات جاری رکھیں۔

سوال:

کس جہادی تنظیم سے تعلقات رہے۔ اور کون سی ذمہ داریاں ادا کیں؟

جواب:

ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ الحمدللہ تنظیموں کے بننے سے پہلے ہی ہم نے جہادی کام کا آغاز کر دیا تھا۔ جب حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کی بنیاد پڑی تو لوگر سے ہم نے رابطہ اور تعاون شروع کر دیا۔ اور اپنی جہادی خدمات ان کی سرپرستی میں انجام دینے لگے۔

پھر جب پہلی بار ہجرت کی تو تنظیم کے آفس میں خدمات میرے ذمے لگائی گئیں۔ جس میں بہت سے اہم دورے میران شاہ، اعظم ورسک، باجوڑ اور افغانستان کے بہت سے علاقوں میں کیے۔ پھر جب اسلحہ اور جنگی وسائل زیادہ ہوگئے تو عسکری دفتر کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ پھر کچھ عرصے بعد عسکری شعبے کا رئیس مجھے مقرر کیا گیا۔

سوال:

حرکت انقلاب اسلامی کے امیر مرحوم مولوی محمد نبی محمدی رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی کچھ بتائیں۔ جہادی اہداف کے لیے کتنے پر عزم اور وفادار تھے۔ عوام کے کتنے خیر خواہ تھے۔ اس حوالے سے کچھ یادیں ہمارے ساتھ شریک کریں۔

جواب:

میں ان کے بارے میں اتنا ہی کہوں گا کہ وہ جید عالم، بیان اور قلم کے مالک، جہاد کے بہت وفادار، سچے مجاہد تھے۔ مجاہدین کا بہت خیال رکھتے۔ تنظیموں کے اتفاق واتحاد میں مخلصانہ کوششیں کرتے اور اس سے خوش ہوتے۔

جہاد میں ایک ایسا وقت آیا کہ لوگر میں تمام مراکز ختم ہوگئے۔ عام مجاہدین پاکستان چلے گئے۔ بعض رہنما کابل میں داخل ہوگئے۔ جیسے مولوی شفیع صاحب (کابل کے صوبائی امیر) حاجی عبدالرزاق (شکردرہ کے مسئول) ملک خائستہ گل (مسئول ضلع غونڈ) ملا خوشحال (صوبائی امیر لوگر) صوفی خاکسار، صوفی علم گل سب کابل میں خفیہ رہنے لگے۔ صوفی خاکسار کو تنظیم کے دفتر پاکستان بھیجا گیا کہ یہاں کابل میں سرکاری اسلحہ بہت کم قیمت پر ملتا ہے۔ ہمیں پیسہ بھیج دیں ہم یہاں کافی خریداری کرلیں گے۔ امیر صاحب نے رات کو مجھے بلایا۔ مجھے صورتحال بتائی اور کہا کہ تم پچاس ہزار افغانی کہیں سے ڈھونڈو اور جاکر کابل میں اسلحہ کی خریداری کرو۔ تم خود یہ کر سکتے ہو کوئی اور نہیں کر سکے گا۔ اپنے ساتھ ایک اور ساتھی بھی لے کر جاو جو جانا چاہے۔ مجاہدین کے مرکز میں ساتھی اور بھی زیادہ تھے مگر کوئی ساتھ جانے کو تیار نہ ہوا۔ بلآخر ضلع پاتخواب کے مولوی محمد عمر میرے ساتھی بن گئے اور وہ کام ہم نے بہت احسن طریقے سے انجام دیا۔ دیگر رہنماوں کی بنسبت عوام میں ان کی محبت زیادہ تھی۔ اگرچہ دیگر تنظیموں کے پاس وسائل ان سے زیادہ تھے۔ کیوں کہ ان کی تنظیم میں علماء اور مجاہدین زیادہ تھے۔ چونکہ یہ جہاد کی ابتداء تھی اس لیے علماء مجاہدین کو نصیحت کرتے کہ ہر علاقے میں وہاں کے لوگوں کے ساتھ مشاورت کیا کرو تاکہ عوام کا تعاون تمہیں حاصل رہے۔

سوال:

ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں طالبان کی تحریک کا آغاز ہو گیا اور پچاس سال ہوئے ہیں کہ اب بھی جاری ہے۔ اس راہ میں دینی علماء، نوجوان طلبہ اور عوام نے طرح طرح کی قربانیاں دیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اسلامی تحریک اور طالبان کی یہ جنگ وقت کی کتنی بڑی ضرورت تھی؟ طالبان کی اس تحریک کے کچھ اہم کارنامے ہمیں بتائیں۔ جو کوتاہیاں اس میں ہیں وہ بھی بتائیں تاکہ ان کے اصلاح کی کوشش کی جائے۔

جواب:

یہ بات واضح ہے کہ اگر یہ تحریک نہ ہوتی تو جارحیت پسندوں کے ان اجتماعی حملوں اور ان کے ڈالر دوست مزدوروں نے عملی طور پر اسلام کو ختم کر دیا ہوتا۔ اسی مقدس مزاحمت کی برکت سے ہی ملک میں اور مسلمانوں میں حق کا یہ داعیہ زندہ ہوا اور جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ جس وقت یہ آواز قندہار سے اٹھی تو یہ وہ وقت تھا جب ملک میں فسادات اور بدامنی اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ کوئی بھی اپنی جان ومال کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔ ہر صوبے ہر ضلع میں اسی کی حکومت تھی جس کے ہاتھ میں طاقت تھی۔ یہ لوگ وہی کرتے جو ان کا جی چاہتا۔ افغانستان مختلف گروپوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ پشتو بولنے والوں کو فارسی بولنے والے دشمن لگتے تھے۔ ملک میں ایسے واقعات وحادثات ظہور پذیر ہوئے جس کے لکھنے سے تاریخ شرماتی ہے۔ اس وقت ایسے کسی شخص کی ضرورت تھی جو ملک کو ان برائیوں سے پاک کرتا اور محفوظ بناتا۔ اور وہ طالبان کے علاوہ کوئی نہیں تھا جنہوں نے ملک سے تمام برائیوں کا خاتمہ کیا۔ تمام افغانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اس پاک تنظیم کے بڑے کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ اس ملک کو انہوں نے تقسیم سے بچایا۔

سوال:

جناب مولوی صاحب افغانستان میں امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کے خلاف مقدس جہاد عوام کی مسلسل ہمہ پہلو مدد سے جاری ہے۔ ایک ہمدرد مجاہد عالم کے طور پر مجاہدین اور جہاد کے ذمہ داران کو کچھ نصیحتیں اور مشورے دیجیے جس سے وہ عوام کے دل جیت سکیں۔

جواب:

شریعت میگزین کے تمام رفقاء! آپ جانتے ہیں کہ اصل حکومت عوام کے دل پر حکومت کرنا ہے۔ عوام کے دلوں کا خیال رکھنا ہے۔ یہ جس قیمت پر بھی ہو اس کو کرنا چاہیے۔ عوام کے لیے عوامی فلاح کے کام کرنا جیسے تعلیم اور صحت کی سہولیات فراہم کرنا، ان کے جان ومال کی حفاظت کرنا، ہر مجاہد اور مبارز اور ذمہ داران کے ایسے کام جو اصولوں کے مطابق ہوں وہ عوام کے دل جیت سکتے ہیں۔ افغانستان کے عوام کو اگر طاقت کے بل پر محکوم بنایا جانا ممکن ہوتا تو پہلے بھی لوگوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اور طاقت کے بل پر قائم حکومت کو بقا نہیں ہوتی۔

مجاہدین کو خیال رکھنا چاہیے کہ جنگی حالات میں بھی عوام کا بہت خیال رکھیں۔ دشمن کے قیدیوں کے ساتھ اسلامی احکامات کے مطابق سلوک کریں۔ اپنے امراء کی ہدایات اور مرتب کردہ لائحوں سے انحراف نہ کریں۔ اچھی نیت اور اخلاص میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ ذمہ دار ساتھی تمام معاملات میں قومی اور لسانی تعصبات سے دور رہیں۔ اور بھی صفوں میں جو مسائل ہوں ذمہ داران ساتھی ان پر توجہ رکھیں۔ اسی طرح ذمہ داران اپنی صفوں میں ان لوگوں کو جن کی وجہ سے یہ صف بدنام ہوتی ہے انہیں دور کریں یا ان کی اصلاح کریں۔ اس طرح عام مجاہدین کو بھی ان چیزوں سے بچنا چاہیے جن سے مجاہدین کی بدنامی ہو۔ آپس میں محبت اور خلوص رکھیں۔ تمام مجاہدین اپنی صفوں میں منکرات سے بچنے کی پوری کوشش کریں۔ اگر کوئی ساتھی منکرات میں مبتلا ہو تو اچھے طریقے سے اس کی اصلاح کی کوشش کریں۔ اپنا ساتھی ہو یا کوئی اور، اپنا ساتھی ہو تو اصلاح کی بجائے اس کے دفاع کی کوشش نہ کریں۔ اس سے اسلامی صف کو بہت نقصان ہوگا۔ عوام کے ساتھ اچھا سلوک ہونا چاہیے۔ عوام کے ہر بڑے کو اپنا بڑا مانیں۔ ہر چھوٹے کو اپنا بچہ سمجھیں۔ بڑوں کی عزت کریں اور چھوٹوں پر شفقت کریں۔ شہداء اور اسیروں کے خاندانوں اور بچوں پر خصوصی توجہ دیں۔ ان کے بچوں کی اچھی تربیت کریں۔ اسی طرح بیت المال کا بہت خیال کریں۔ بے جا مصارف میں نہ لگائیں۔ میری تمام ذمہ داران سے درخواست ہے کہ تمام نوجوان مجاہدین کو ترغیب دیں کہ وہ ساتھ ساتھ علم بھی حاصل کریں۔ تاکہ صحیح معنوں میں طالب اور مجاہد بن سکیں۔ کیوں کہ صفوں میں اکثر اوقات جو مسائل ہوتے ہیں وہ بے علمی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ کیوں کہ اس صف کی ابتدا جو ہوئی ہے مدرسے اور مسجد سے ہوئی ہے اور جب تک مورچے اور مدرسہ کے درمیان رابطے کی تار موجود ہے تو ہمارا مدرسہ اور مورچہ کبھی خراب نہیں ہوگا۔

رمضان المبارک کے بعد ہماری ذمہ داری

مفتی حسن زوی

رمضان المبارک کو جو مقام و مرتبہ اللہ تعالی نے دیا ہے ظاہر اس کے آنے سے مسلمانوں کو خوشی اور جانے سے غم ہوتا ہے۔ روزے کی فضیلت اور مقام کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے:

للصائم فرحتان : فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه۔

ترجمہ: روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطاری کے وقت اور دوسری رب سے ملاقات کے وقت۔

اللہ تعالی سے ملاقات کے وقت تو ظاہر ہے۔ کیوں کہ اسی حدیث میں آگے آیا ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اللہ تعالی جب اپنی شان کے مطابق بدلہ دیں گے تو وہ بندوں کے تصور سے بھی اوپر ہو گا۔ اس لیے انہیں زیادہ خوشی ہو گی۔

افطاری کے وقت دو طرح کی خوشیاں روزہ دار کو ملتی ہیں۔ ایک روحانی اور دوسری فطری۔ افطاری کے وقت جب ایک طرف دعاوں کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور دوسری طرف اسی وقت بندے کا روزہ پورا ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کا ایک اہم حکم کے تکمیل اور بڑے ثوابوں کے حصول کی امید پیدا ہوتی ہے۔ تو روحانی خوشی بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

ایسے وقت میں طویل بھوک پیاس کے بعد کھانے پینے کی اجازت اسے ملتی ہے تو یہاں فطری خوشی بھی کچھ کم نہیں ہوتی۔

اس لیے روزے کے جانے سے مسلمانوں کی اداسی بھی ایک فطری امر ہے۔ اس کے جانے سے اداس ہونا بھی چاہیے۔ مگر رمضان المبارک کے گذرنے کے بعد جب ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے اکثریت کی حالت اداسی والی ہوتی ہے۔ جیسے ایک بہت پیارا اور صاحب قدر مہمان کسی سے رخصت ہو جائے اور قریب میں اس کے لوٹنے کی امید نہ ہو۔ اس کے برعکس کچھ لوگوں کی حالت بہت اطمینان بخش ہوتی ہے۔ ایسے جیسے ان کا کام پوری طرح مکمل ہو چکا ہے اور ان کے کندھوں پر کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہی۔

غور کیا جائے تو یہ کوئی کیفیت اور حالت بھی شریعت کے اصولوں اور رمضان المبارک کے روح اور پیغام کے مطابق نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ خیر و برکت سے بھرپور رمضان المبارک کا مہینہ ہم سے رخصت ہو رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالی اور اس کے احکامات، ایمان اور ایمان کے تقاضے، شریعت اور اس کے احکامات، اللہ تعالی کی کتاب کی ہدایات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی برکات تو باقی ہیں۔ رمضان المبارک ایک انتہا نہیں بلکہ ابتدا ہے۔ رمضان المبارک یہ نعمتیں اپنے ساتھ لے کر نہیں جاتا بلکہ ان کو عام کرتا ہے۔ تقسیم کرتا ہے۔ بلکہ لوگوں کے خالی دامن بھرتا ہے۔ اور ایک عظیم پیغام چھوڑ کر ہم سے رخصت ہوتا ہے۔ رمضان المبارک کے گذرنے سے انسان گناہوں سے ہلکا ہو جاتا ہے مگر ذمہ داریوں سے اس کے کندھے مزید بھاری ہو جاتے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں اپنی بساط کے مطابق انہیں ذمہ داریوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جو ہمیشہ ہیں اور رمضان المبارک کے جانے سے وہ ختم نہیں ہو جاتیں۔

توبہ:

سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے جس میں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں ہے وہ اپنے گناہوں پر توبہ ہے۔ توبہ کا تعلق رمضان المبارک سے نہیں ہے۔ مگر رمضان المبارک اس کا بہترین محرک اور متقاضی ہے اور یہ توبہ کو بہت آسان کرتا ہے۔ رمضان المبارک کا مقصد تقوی ہے۔ اور تقوی کے اصل مفہوم میں "ترک" موجود ہے۔

یعنی اللہ تعالی کے خوف سے اس کی نافرمانی چھوڑنا اصل تقوی ہے اور توبہ

بھی صرف زبان سے توبہ توبہ کہنا نہیں بلکہ توبہ یہ ہے کہ بندہ گناہ چھوڑ دے۔ اس پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے نہ کرنے کا عزم کرلے۔ گناہوں کا یہی ترک رمضان میں اتنا ضروری اور اہم ہے کہ اس کے بغیر روزہ ایسا ہے جیسے بے روح جسد۔ حدیث شریف میں ہے:

من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه.

جس نے قول باطل یعنی ناجائز باتیں اور اس (کے مقتضی) پر عمل نہیں چھوڑا اللہ تعالی کو اس کے کھانے پینے کی ترک کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالی کے ہاں اس کے اس عمل کی کوئی حیثیت نہیں۔ نہ اللہ تعالی اسے دیکھتا ہے اور نہ اس پر اجر دیتا ہے۔ اس لیے رمضان المبارک گناہوں کے چھوڑنے اور اس سے توبہ کرنے کا بڑا پیغام اپنے ساتھ لاتا ہے۔ مگر توبہ رمضان المبارک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر وقت شریعت میں اس کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ قرآنی نصوص اور نبوی ارشادات کو دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ ایمان کے بعد توبہ کی اہمیت ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔

قرآن کریم اور احادیث کو دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ توبہ صرف مجبوری اور ضرورت تک محدود چیز نہیں ہے۔ کہ بس جب گناہ میں مبتلا ہوجائے تو توبہ کرے۔ بلکہ یہ مستقل فرض عبادت ہے۔ اللہ تعالی کے قرب اور محبوبیت کا سبب ہے۔ روحانی میدان میں ترقی اور پیش رفت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس لیے ابرار، صالحین اور مقربین کو بھی اس کی زیادہ ضرورت ہے۔

اللہ تعالی کے صالحین اور مقربین بندے جب توبہ کرنے والے بندوں پر اللہ تعالی کی رحمتوں کی بارش دیکھتے ہیں تو انہیں اپنی بڑی عبادتیں بھی حقیر لگنے لگتی ہیں اور اس جماعت میں شامل ہونے کی تمنا کرنے لگتے ہیں۔ مختصر یہ کہ رمضان کے بعد سب سے پہلا، اہم، اعلی اور افضل کام یہ ہے کہ ہم اپنے کیے ہوئے تمام کاموں پر توبہ اور استغفار اپنا معمول بنالیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کو حشر کے دن اپنے اعمال نامے میں زیادہ استغفار ملیں۔

ایمان کی تجدید:

توبہ کے بعد ایمان کی تجدید سب سے اہم ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ ایک ہی بار ایمان لانا لازمی ہوگا پھر اس حوالے سے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ایمان لانے کے بعد ایمان کی تجدید، ایمان کی تازگی اور ایمان کو غذا کی فراہمی بہت ضروری ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایمان ایسا بوسیدہ ہوتا ہے جیسے کپڑے پرانے اور میلے ہوتے ہیں۔ اسے تازہ کرو اور چمکاو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کیسے نیا کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الہ الا اللہ کثرت سے پڑھا کرو۔ اس لیے ہمیں اپنے ایمان کی تکمیل، تجدید اور تقوی کی کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور یہ بہت سے طریقوں سے ہو سکتا ہے۔

1۔ پورے احساس، توجہ اور شعوری طور پر لا الہ الا اللہ کا زیادہ ورد کرنا۔ اگر یہ ذکر غفلت سے ہو، شعوری طور پر نہ ہو اور احساس و توجہ کے ساتھ نہ ہو تو ثواب کی بات الگ ہے مگر غفلت کا یہ ذکر فائدہ نہیں پہنچاتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لا الہ الا اللہ زیادہ پڑھنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ واضح ہے کہ وہ کلمہ کا معنی جانتے تھے اور مفہوم میں غور کیے بغیر وہ کلمہ کا تکرار اور کثرت نہیں کرتے تھے۔

2: اللہ کے ذکر کی کثرت اور اس میں قوت پیدا کرنا۔ کثرت اور قوت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ عام حالات میں ذکر کی کثرت سے ذکر میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور خاص کیفیات اور حالات میں ذکرت کی قوت کثرت کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ قوت کا مطلب یہ ہے کہ خاص کیفیات، توجہ اور استحضار کے ساتھ اللہ تعالی کو یاد کیا جائے۔ ان کیفیات اور خصوصیات کے ساتھ اللہ تعالی کا تھوڑا سا ذکر بھی زیادہ ہے اور اس کے بہت زیادہ اثرات ہوتے ہیں۔ مگر یہ بڑا روحانی استعداد اور اعلی یقین طویل محنت، یاد، ندامت اور انابت سے حاصل ہوتا ہے۔

اہل اللہ اور اہل یقین سے محبت اور ان کا ساتھ:

یہ ایسی کوئی مستحب سی بات نہیں بلکہ اللہ تعالی کا حکم ہے۔ ایمان، تقوی

اور تکمیل کے لیے اس کی بہت ضرورت ہے۔ اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم اہل دانش بھی اس کے اچھے اثرات اور نتائج کے قائل ہیں۔اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

شریعت کے تمام احکامات کے لیے پر عزم ہونا:

رمضان المبارک کے بعد ایک اور اہم چیز جس سے کسی صورت بھی غافل نہیں رہا جاسکتا وہ شریعت کے احکام پر عمل درآمد کے لیے پر عزم ہونا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

رمضان المبارک شریعت کے تمام احکام اور خصوصا گناہوں کے ترک کے لیے مشق کا خاص اور اہم وقت ہے۔ جس کی جانب لعلکم تتقون میں اشارہ کیا گیا ہے۔

یہ بہت غور کرنے کی بات ہے کہ جب حلال چیزیں پورے دن کے لیے ممنوع کر دی گئیں اور اس پر پابندیاں عائد کر دی گئیں تو وہ تمام اشیاء جو ہمیشہ کے لیے حرام ہیں رمضان کے بعد ان کی قباحت اور برائی ہماری نظر میں کم کیوں ہو جاتی ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ ہر مسلمان پر اللہ تعالی کی جانب سے دو روزے فرض کیے گئے ہیں ایک عارضی دوسرا دائمی۔ رمضان کے مہینے میں صبح صادق سے سورج نکلنے تک کھانے، پینے اور دیگر ممنوعہ اشیاء سے بچنا عارضی روزہ ہے اور بلوغ کے بعد موت تک ممنوعات شرعیہ سے بچنا دائمی روزہ ہے۔ اللہ تعالی کا پاک ارشاد ہے: واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ اس آیت میں یقین سے مراد موت ہے۔ اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ خطابات شرعیہ کے مخاطب مکلف بالغ بندے ہوتے ہیں۔ اس لیے مکلف بندوں کے لیے موت تک اللہ تعالی کی بندگی اور تابعداری، اللہ تعالی کا نہ بدلنے والا حکم ہے۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ عارضی روزے کی پابندیوں پر عمل درآمد ضروری سمجھا جاتا ہے مگر دائمی روزے کے لیے پابندیوں کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔ دائمی روزہ نہ ہوتا تو عارضی روزہ بھی نہ ہوتا۔ عارضی روزہ سورج نکلنے سے سورج غروب ہونے تک ہے۔ اور دائمی روزہ مکلف ہونے کے بعد موت تک ہے۔ عارضی روزے پورے کرنے پر لوگ خوش ہوتے ہیں اور اس پر ایک دن کی عید مناتے ہیں۔ دائمی روزے پورے کرنے پر بھی عید آنے والے ہے جس کی خوشی دائمی ہے۔ وہ ختم ہونے والی نہیں۔ وہ ایسی خوشی ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سنی اور کسی کے دل میں اس کا خیال آیا۔

قرآن کریم سے تعلق:

انسانوں کو رشد وہدایت سے بھرپور سب سے بڑی آسمانی کتاب قرآن کریم رمضان المبارک میں اللہ تعالی کا بہت بڑا تحفہ ہے۔ قاصد سے بڑھ کر یہ تحفہ زیادہ بڑا ہے۔ رمضان المبارک گذر چکا مگر اپنا تحفہ انسانوں کے لیے چھوڑ گیا۔ قرآن کریم سے تعلق ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ یہ اللہ تعالی کی کتاب اور اللہ تعالی کی ذات عالیہ کے قرب کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے الفاظ درست سیکھنا، معنی کو سمجھنا اور اس میں تدبر کرنا، اللہ تعالی کے کلام، آسمانی ہدایت کی آخری کتاب اور رشد وہدایت کے اصل مرجع کے طور پر اس کو پڑھنا، احکام پر عمل کرنا اور اللہ کی زمین پر اس کے نفاذ کی کوشش قرآن کا حق اور اس سے تعلق کا تقاضا ہے اس لیے قرآن کریم سے تعلق صرف رمضان میں نہیں بلکہ پورے سال میں ضروری ہے۔ رمضان المبارک اس تعلق کو پھر سے زندہ کرنے کا بڑا ذریعہ ہے۔

بہتر سلوک اور ہمدردی:

رمضان المبارک بہتر سلوک، ہمدردی، غم خواری، غریبوں سے تعاون اور اعانت کا مہینہ ہے۔ اس مہینے کو شہر البر والمواساۃ کہا جاتا ہے۔ یہ مہینہ اوپر ذکر کردہ اشیاء پر عمل آمد کا پیغام اپنے ساتھ لاتا ہے تو اس ماہ کے بعد ہماری ذمہ داری ہے کہ اس سلسلہ کو باقی رکھیں۔ ان تمام بھائیوں کی مالی اعانت کریں جو ہمارے تعاون کے محتاج ہیں۔ ویسے بھی مہنگائی اور بے روزگاری زیادہ ہے۔ لوگ بڑے بڑے اقتصادی مسائل کا شکار ہیں۔ اب کرونا کی وجہ سے ان لوگوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا ہے جو اقتصادی مسائل کا شکار ہیں۔ مگر وہ لوگوں سے اپنی حالت خفیہ رکھنا چاہتے ہیں اور کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ ایسے لوگ سب سے زیادہ توجہ اور امداد کے مستحق ہیں۔ اسلاف سے یہ بات ہمیں پہنچی ہے کہ مزاج میں نرمی اور دل میں ہمدردی کا احساس روزے کی تاثیر اور قبولیت کی بڑی نشانی ہے۔ اللہ تعالی ہمارے روزے اور رمضان میں کی ہوئی تمام عبادات قبول فرمائے۔ اور روزے کے اثرات باقی رکھے۔ آمین۔

ماہنامہ شریعت کی کامیاب سنچری

سیف العادل احرار

امارت اسلامیہ افغانستان جو وطن عزیز کی سب سے منظم نظریاتی جہادی تحریک اور سیاسی قوت ہے، اپنی دھرتی کی خود مختاری کے حصول اور اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں ہے، امارت اسلامیہ کے ماتحت مختلف کمیشنز بطور ادارے فعال اور کام کر رہے ہیں، تعلیم، صحت، زراعت سمیت مختلف اداروں کی طرح میڈیا کے لئے بھی ایک منظم اور موثر کمیشن تشکیل دیا گیا ہے، یہ کمیشن ماضی میں میڈیا رموز کے ماہر اور تجربہ کار شخصیت محترم مولوی امیر خان متقی نے محدود وسائل کے ساتھ منظم اور فعال بنا کر سب سے موثر ہتھیار کے طور پر دشمن کے خلاف استعمال کیا، وقت گزرنے کے ساتھ امارت اسلامیہ کے میڈیا نے دشمن کا میڈیا پیچھے چھوڑ دیا، بیک وقت پانچ زبانوں پشتو، فارسی، عربی، انگلش اور اردو میں ویب سائٹس پر تازہ ترین خبریں شائع ہو رہی ہیں، اس کے علاوہ پشتو زبان میں تین میگزین، عربی اور فارسی زبان کے علاوہ اردو زبان میں واحد ترجمان "ماہنامہ شریعت" بھی گزشتہ چند برس سے امارت اسلامیہ کے موقف کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہے، مختلف مشکلات اور مسائل کے باوجود اللہ کے فضل سے ماہنامہ شریعت نے کامیابی سے سنچری مکمل کرنے کا اعزاز حاصل کر لیا جو امارت اسلامیہ کی قیادت کے خلوص، ماہنامہ شریعت کے کالم نگاروں کی انتھک محنت اور قارئین کرام کی دلچسپی اور پذیرائی کا نتیجہ ہے اور امید ہے کہ کامیابی کا سفر جاری رہے گا۔

> طالبان میڈیا پانچ زبانوں میں خبریں جاری کرتا ہے، اس مقصد کے کے لیے درجنوں رضاکار کام کرتے ہیں۔ رضاکاروں کی یہ ٹیم ابلاغ عامہ کے طالب علموں اور ٹیکنالوجی کے ماہرین پر مشتمل ہے، دور دراز علاقوں میں پرنٹ میگزین مواد تقسیم کئے جاتے ہیں جب کہ شہری علاقوں میں انٹرنیٹ کے ذریعے ویڈیوز اور انقلابی ترانوں کے ذریعے لوگوں کو سچائی کی جانب راغب کیا جاتا ہے، بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق کابل شہر میں ٹیکسی ڈرائیور اپنی گاڑیوں میں طالبان کے ترانے سنتے ہیں، مسافر بھی ان ترانوں کی فرمائش کرتے ہیں، دیہی علاقوں میں بہت کم ایسے نوجوان ہوں گے جن کے موبائلوں میں ملا فقیر محمد درویش کے انقلابی ترانے موجود نہ ہوں، کابل، قندھار اور دیگر بڑے شہروں اور جدید تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم نوجوان طالبان کے نعتوں اور ترانوں سے محظوظ ہوتے ہیں وہ بڑے شوق سے کھل کر طالبان کے ترانے سنتے ہیں، یہ بھی میڈیا کا ایک اہم حصہ سمجھا جاتا ہے۔

چند ماہ قبل ایک معروف کالم نگار نے امارت اسلامیہ کے میڈیا کے حوالے سے لکھا تھا کہ طالبان نے میڈیا کی بدلتی ہوئی شکل کو حیران کن طور پر قبول کرنے اور اس کا جدید شکل میں مقابلہ کرنے کے لیے تیاری بھی کر لی ہے۔ لیکن انہیں اب پتہ چلا ہے کہ طالبان نے میڈیا کے جدید دور کے تقاضوں اور چیلنجوں کو قبول کرتے ہوئے اس محاذ پر جو کامیابی حاصل کی ہے اس کا دشمن تصور بھی نہیں کر سکتا ہے، اس بات کا اعتراف بی بی سی کی ایک رپورٹ میں بعض اہم مخالفین نے بھی کیا ہے۔

طالبان کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ کس طرح جعلی خبروں کا مقابلہ کریں، مکار دشمن میڈیا کے ذریعے مجاہدین کو بدنام کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا ہے، فوٹو شاپ میں بنائی گئی جعلی تصاویر، جعلی آڈیو پیغامات اور من گھڑت خبریں شائع کرنے میں دشمن نے اگرچہ مہارت حاصل کی ہے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے دشمن کے پروپیگنڈے سے مجاہدین بدنام ہونے کے بجائے خود دشمن کی ساکھ شدید متاثر ہوتی ہے اور اب تو کابل انتظامیہ کے اعلی حکام کی سچی باتوں پر بھی لوگ یقین

نہیں کرتے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان محترم ذبیح اللہ مجاہد صحافیوں کے ساتھ مختلف موبائل ایپس پر رابطے کرتے ہیں اور اپنے ٹویٹر اکاونٹ پر مجاہدین کی کارروائیوں کی تازہ ترین خبریں بھی ٹویٹ کرتے ہیں۔

بعض میڈیا ذرائع کا کہنا ہے کہ عام تاثر یہ ہے کہ افغان حکومت کے اعلی حکام اپنے جانی نقصان کم اور دوسروں کے زیادہ بتاتے ہیں۔ اس میں مبالغہ پایا جاتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں طالبان اپنی کارروائیوں کی تفصیل قدرے درست بتاتے ہیں۔ یہ خیال کہ طالبان زیادہ تر تصدیق شدہ معلومات جاری کرتے ہیں کہ بارے میں بین الاقوامی کرائسز گروپ کے کنسلٹنٹ گرائمی سمت کا کہنا ہے کہ طالبان کو اس بات کا اندازہ ہے کہ مبالغے کے مقابلے میں سچائی بیان کرنے کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

طالبان کی میڈیا کے ساتھ رابطوں کے بارے میں صحافی کہتے ہیں کہ حکومتی افسران کے مقابلے میں طالبان صحافی کو جواب دینے میں زیادہ ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ افغان میڈیا سپورٹ گروپ کے ڈائریکٹر مجیب خلوتگر اسی ذمہ داری کے بارے میں کہتے ہیں کہ چند ہفتے پہلے جب افغانستان کے صوبہ فراہ میں ایک ریڈیو کے صحافی کو قتل کیا گیا تھا۔ تو انہوں نے طالبان سے اس بارے میں رابطہ کیا طالبان نے چند منٹوں میں ان کے پیغام کا جواب دے دیا جبکہ اس کے مقابلے میں افغانستان کے صدر کے دفتر کو لکھا گیا پیغام کا ابھی تک جواب نہیں آیا ہے۔

طالبان میڈیا پانچ زبانوں میں خبریں جاری کرتا ہے، اس مقصد کے کے لیے درجنوں رضاکار کام کرتے ہیں۔ رضاکاروں کی یہ ٹیم ابلاغ عامہ کے طالب علموں اور ٹیکنالوجی کے ماہرین پر مشتمل ہے، دور دراز علاقوں میں پرنٹ میگزین مواد تقسیم کئے جاتے ہیں جب کہ شہری علاقوں میں انٹرنیٹ کے ذریعے ویڈیوز اور انقلابی ترانوں کے ذریعے لوگوں کو سچائی کی جانب راغب کیا جاتا ہے، بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق کابل شہر میں ٹیکسی ڈرائیور اپنی گاڑیوں میں طالبان کے ترانے سنتے ہیں، مسافر بھی ان ترانوں کی فرمائش کرتے ہیں، دیہی علاقوں میں بہت کم ایسے نوجوان ہوں گے جن کے موبائلوں میں ملا فقیر محمد درویش کے انقلابی ترانے موجود نہ ہوں، کابل، قندہار اور دیگر بڑے شہروں اور جدید تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم نوجوان طالبان کے نعتوں اور ترانوں سے محظوظ ہوتے ہیں وہ بڑے شوق سے کھل کر طالبان کے ترانے سنتے ہیں، یہ بھی میڈیا کا ایک اہم حصہ سمجھا جاتا ہے۔

ماہرین کے مطابق طالبان میڈیا کو بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں، یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ اظہار رائے کے حق پر یقین رکھتے ہیں کیوں کہ وہ میڈیا کے استعمال اور اظہار رائے کو لوگوں کا حق سمجھتے ہیں۔

ماہنامہ شریعت جو امارت اسلامیہ کا واحد اردو ترجمان میگزین ہے، یہ امارت اسلامیہ کے موقف اور بیانیہ کی تشہیر کا موثر اور مصدقہ ذریعہ ہے، اس کے علاوہ امارت اسلامیہ کا اردو زبان میں کوئی اور ترجمان میگزین نہیں ہے، جعلی خبروں کی روک تھام کے لئے اردو زبان میں آفیشل ویب سائٹ (www. http://alemarahurdu .net) موجود ہے جس میں روزانہ کی بنیاد پر امارت اسلامیہ کی قیادت کی سرگرمیوں، مجاہدین کی کارروائیوں کی سچی اور مصدقہ خبروں، آج کی بات کے عنوان سے کرنٹ ایشوز پر امارت کے موقف کی باقاعدگی سے اشاعت کی جاتی ہے اس کے علاوہ ٹویٹر پر شریعت میگزین @shariatmagazin1 کے نام سے ایک اکاونٹ فعال ہے، قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ غیر مصدقہ ذرائع سے غیر مستند خبریں اور رپورٹیں تلاش کرنے کے بجائے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ اور ٹویٹر پر ماہنامہ شریعت کا اکاونٹ سرچ کریں اور ہر ماہ ماہنامہ شریعت کا مطالبہ کریں، امارت اسلامیہ کے اصولی موقف اور مستند خبروں سے آگاہی حاصل کریں۔ نیز مجاہدین کو اپنی دعاوں میں یاد رکھیں اور امارت اسلامیہ کی قیادت کی سرخروئی کے لئے بھی خصوصی دعاوں کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالی ہمارا حامی و ناصر ہو۔

عظیم سالار شیخ فقیر اللہؒ کی زندگی پر مختصر نظر

افغانستان جو ہمیشہ سے اپنی ہزاروں سال کی تاریخ میں مختلف ادوار میں استعماری طاقتوں کے لیے قبرستان رہا ہے۔ یہاں کے لوگ مشکل سے مشکل حالات میں بھی اسلامی موقف پر قائم رہے اور تمام مسلمانوں کے لیے فخر اور عزت کی علامت رہے۔ افغانوں کے سر پر جو ہمیشہ سے فتوحات کا تاج چمکتا رہا ہے اس کا اصل سبب رب تعالی کا فضل اور اس کے احسانات ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کو ہر سخت وقت میں ایسے علماء اور بزرگوں کی رہنمائی ملی۔ ایسے ہی بزرگ علماء میں سے ایک بزرگ اور روس کے خلاف جہاد کے بانیوں میں سے ایک نمایاں ہستی شیخ فقیر اللہ نورستانی رحمہ اللہ تھے۔ جو پورے ملک کی سطح پر عموماً اور مشرقی صوبوں کے محاذوں پر خصوصاً فاتح کے طور پر ابھرے۔ صرف میدان کے نہیں علم و عمل کے بھی اونچے مینار تھے۔

شیخ القرآن مولانا فقیر اللہ المطیع رحمہ اللہ کانتوائی کے بیٹے اور شار ملک کے پوتے تھے۔ صوبہ نورستان کے ضلع وانت وانگل کے مضافاتی علاقے ژنچیگل میں 1941ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاوں کے امام مسجد ملا گل زر اور مولوی صاحب حق سے حاصل کی۔ پھر اپنے چچا کی کوششوں سے مزید تعلیم کے لیے صوبہ کنڑ ضلع پیچ درہ کے علاقے برکنڈی گئے۔ جہاں مولوی محمد اسرائیل کے ہاں تین سال تک ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر وہاں سے کنڑ ہی کے ضلع مروری میں ہی شلطن علاقے گئے۔ وہاں اپنے وقت کے مشہور محدث اور بخاری شریف کے شارح شیخ الحدیث مولوی عبدالخالق رحمہ اللہ جو کوٹکی بابا سے مشہور تھے ان سے کسب فیض کیا۔ وہاں سے صوبہ اسمار اور دنگام کے مضافاتی علاقے سیانڑ گئے جہاں فقہ، صرف، نحو اور میراث کے مشہور ماہر عالم عبدالجلال رحمہ اللہ کے پاس 12 سال تک علم حاصل کیا۔ اتنے طویل عرصے میں ایک بار بھی اپنے گاوں نہیں لوٹے۔ یہاں تک کہ مادری زبان بھی بھول گئے۔ مروجہ علوم سیکھنے کے بعد 25 سال کی عمر میں پڑوسی ملک پاکستان کا سفر کیا اور مختلف مدارس میں قرآن کی تفسیر اور احادیث کے علوم کے ساتھ ساتھ دیگر علوم بھی حاصل کیے۔ قرآن کریم کی تفسیر وقت کے مشہور مفسرین شیخ القرآن والحدیث مولانا طاہر پنج پیری رحمہ اللہ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ (پنڈی) سے پڑھی۔ احادیث کی کتابیں شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن المینوی رحمہ اللہ سے پڑھنے کے بعد کچھ کتابیں شیخ الحدیث مولانا عبداللہ رحمہ اللہ (تہکال) اور چترال ایون گاوں کے مشہور استاد حدیث مولانا مستجاب صاحب رحمہ اللہ سے بھی پڑھیں۔

نورستان میں دینی اصلاحات:

نورستان کے لوگوں نے 1896ء میں امیر عبدالرحمن خان کے دور میں دین قبول کیا تھا۔ پھر بڑے عرصے تک نورستانی قوم میں جید مصلح علماء نہیں رہے۔ عوام کی اکثریت ماضی کے کفری روایات اور رواجوں پر کاربند رہی تھی۔ جب مرحوم شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ اور ان کے ساتھ دیگر علماء نورستان کے علاقے میں داخل آگئے تو انہوں نے اپنی قوم کو کفریہ روایات اور عادتوں میں گرا ہوا دیکھا۔ دس سال تک شدید محنت اور اصلاحی کوششوں کے نتیجے میں اللہ تعالی کی توفیق سے یہ علاقہ مکمل دینی اصلاحات سے مزین راسخ العقیدہ لوگوں کا علاقہ بن گیا۔

کمیونسٹ فکر کے خلاف اذہان کی تنویر:

ان یادداشتوں کے مطابق جو شیخ فقیر اللہ مرحوم نے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہیں، جب روس نے افغانستان کے مکاتب اور تعلیمی اداروں میں وقت کے بادشاہ ظاہر شاہ کی اجازت سے کمیونسٹ فکر اور عقیدے کی اشاعت کی تحریکیں شروع کردیں اور طلبہ کی ذہنت اور عقائد بدلنے کی کوشش کی۔ بادشاہ وقت کی جانب سے مطبوعات اور پریس کے ذریعے کمیونسٹوں کو اپنے ملحدانہ افکار کی اشاعت کی اجازت مل گئی تو ملک کی سطح پر بہت کم علماء تھے جنہوں نے اس خطرے کو بروقت بھانپا اور اس کے خلاف جدوجہد شروع کردی۔ ان علماء اور طلبہ کی جانب سے ہر صوبے کے باشعور علماء کو بتایا گیا کہ ملک بھر میں کمیونسٹ عقیدے کا سیلاب آرہا ہے۔ علماء کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنی قوم کو اس سیلاب سے بچانے کے لیے کوششیں

تیز کرنی چاہییں۔ یہی وجہ تھی کہ نورستان اور کنڑ کے تمام علاقوں میں شیخ جمیل الرحمن رحمہ اللہ کی قیادت میں چند باضمیر علماء کرام کی تحریک شروع ہوگئی۔ انہوں نے ملک کے دیگر صوبوں میں علماء سے روابط مضبوط بنانے کے ساتھ کنڑ اور نورستان کے تمام علاقوں کا دورہ کیا۔ تمام علاقوں کے رہنماوں اور عوام سے عمومی اور خصوصی ملاقاتیں کیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کی ذہنیت بدلی۔ اس ملحدانہ فکر کے خلاف علمی جہاد جاری رکھا۔ اور یہ سلسلہ 1961ء سے ظاہر شاہ کے دور حکومت کے خاتمے اور سردار داود کی بغاوت تک جاری رہا۔ اور جب ظاہر شاہ کی حکومت ختم ہوئی تو سردار داود نے بھی اپنے پیش رو کی طرح ان علماء اور طلبہ کی گرفتاری اور خاتمے کے لیے کوششیں شروع کردیں۔ یہی وجہ تھی کہ کچھ اہم لوگ ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور پاکستان میں پناہ لی۔ پشاور میں ان کا ایک مرکز بھی بنا اور ایک شوری بھی بنی جس میں پہلے ایک امیر ایک کمانڈر اور خارجی امور کا ذمہ دار مقرر کیا گیا۔ کمیونسٹوں کے خلاف جہاد کی تیاری کا پروگرام بن رہا تھا۔ شیخ فقیر اللہ مرحوم اور ساتھی نورستان سے پاکستان آگئے اور اس شوری کے ساتھ تعلق استوار کیا۔ اس کے پروگراموں میں حصہ لینے لگے۔ ابتدا میں مولوی حبیب الرحمن شہید (لغمان) امیر، گل بدین حکمت یار اور برہان الدین ربانی اس کے خارجی امور کے ذمہ دار مقرر کیے گئے۔

انقلاب ثور اور جہاد کا آغاز:

انقلاب ثور میں جب کمیونسٹوں کے ہاتھوں داد خان کی حکومت کا تختہ الٹا اور اقتدار کمیونسٹوں کے ہاتھوں میں چلا گیا، پہلے سے ہی تیاری ہونے کے بناء پر صرف تیئیس دن بعد شیخ فقیر اللہ مرحوم کی کمان میں اور محمد سفر شہید رحمہما اللہ اور قاضی اخوندزادہ کی سربراہی میں صوبہ کنڑ ضلع مانوگی میں کمیونسٹ حکومت کے خلاف مسلح حملے شروع کردیے۔ جس کے نتیجے میں یہ ضلع مکمل فتح ہوگیا اور غنیمتیں حاصل ہوئیں۔ یہ افغانستان میں کمیونسٹ حکومت کے خلاف ملک کی سطح پر پہلی اقدامی کارروائی سمجھی جاتی ہے۔ اگرچہ اس سے قبل صوبہ کنڑ کے علاقے شیگل میں مجاہدین کے ایک مشاورتی اجلاس پر کمیونسٹوں کا حملہ ہوا تھا۔ جس سے مجاہدین کو شدید مزاحمت کا سامنا ہوا۔ مگر آخر مجاہدین کو غنیمت ملی۔

یاد رہے کہ پشاور میں قیادت کے لیے جو شوری بنی تھی۔ کمیونسٹ بغاوت کے بعد شوری کے امیر مولوی حبیب الرحمن نے اپنے اراکین کی مشاورت اور اتفاق رائے سے کمیونسٹوں کے خلاف جہاد کا اعلان ایسے حالات میں کردیا جب برہان الدین ربانی ایک دورے پر سعودیہ گئے تھے۔ شوری کے امیر مولوی حبیب الرحمن شہید اعلان کے بعد عملاً جہاد کا آغاز کرنے کے لیے افغانستان مس داخل ہوگئے۔ اور جس کے نتیجے میں وہ شہید ہوگئے۔ جب ربانی دورے سے واپس لوٹے اور عملی جہاد کے بارے میں انہیں خبر ہوئی تو انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ اس طرح مرکزی قیادت کی شوری میں اختلاف پھوٹ پڑا۔ برہان الدین ربانی اور گلبدین حکمتیار کی راہیں جدا ہوگئیں۔ شوری کے اراکین بھی آپس میں تقسیم ہوگئے۔ اور یہی تنظیموں کی تعداد میں اضافے کا باعث بنا۔ مولوی فقیر اللہ رحمہ اللہ نے ان حساس حالات میں جب مرکزی شوری تقسیم ہوچکی تھی کسی فریق کی طرف داری نہیں کی۔ اعلان کیا کہ جب تک دونوں فریق متحد نہ ہوجائیں اور عملاً جہاد شروع نہ کریں تب تک ان سے الگ رہیں گے۔ خود نورستان اور کنڑ کی سطح پر تمام مجاہدین نے فقیر اللہ رحمہ اللہ کی قیادت میں جہادی تحریک جاری رکھی۔

روس کے خلاف خصوصی کارروائیاں اور کارنامے:

شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ گذشتہ جہاد کے صرف بانی نہیں بلکہ کنڑ اور نورستان کے علاقوں میں کنڑ کے مرکز اسعد آباد کی فتح تک دس سالہ عرصے میں، پھر کنڑ کی فتح کے بعد جلال آباد کی فتح تک جتنی بھی بڑی جہادی کارروائیاں ہوئی ہیں تو اسی متحدہ شوری کی ہم آہنگی سے ہوتے رہیں۔ اگرچہ خود کنڑ اور نورستان کی سطح پر ہر اہم جنگ کے جنرل کمانڈر رہے۔ درجنوں جنگوں میں حصہ لیا۔ کچھ جنگوں میں سینکڑوں روسیوں کو ہلاک کیا۔ ان کی بکتر بند گاڑیاں جل کر تباہ ہوگئیں۔

دوسری بات یہ کہ شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ جہاد کے آغاز میں جب جہادی تنظیمیں نہیں بنی تھیں۔ تو وہ کنڑ اور نورستان کے تمام مجاہدین کے متحد امیر تھے۔ پھر جب تنظیمیں بنیں اور جہادی ماحول پیچیدہ اور اختلافات سے بھر گیا تو ایسے حالات میں بھی شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ اس میں سو فیصد کامیاب رہے کہ کنڑ اور نورستان کی سطح پر تمام جہادی تنظیموں کا متحدہ فورم بنا کر سب کو متحدہ بنایا جائے۔ اور جتنی بھی بڑی جہادی کارروائیاں ہوئیں تو اسی متحدہ شوری کی ہم آہنگی سے ہوتی رہیں۔ اگرچہ خود کنڑ اور نورستان کے حزب اسلامی کے صوبائی امیر تھے۔ اسی اتحاد واتفاق کی برکت تھی کہ کنڑ وہ پہلا صوبہ تھا جو روس کے منحوس پنجوں سے نکل گیا تھا۔ اور دوسری بات اسی متحدہ شوری کی برکت تھی کہ کنڑ اور نورستان کی حد تک تنظیمی جنگوں کا راستہ بند رہا۔

یہی وجہ تھی کہ شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ کنڑ اور نورستان میں تمام مجاہدین میں یکساں مقبولیت رکھتے تھے۔ مجاہدین ان سے ناراض نہیں تھے۔ آج سے کچھ عرصہ قبل ایک نجی نشست میں ایک ساتھی نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ کنڑ اور نورستان کی ہر قوم اور ہر تنظیم کے لوگ آپ سے محبت رکھتے ہیں اور آپ سے خوش ہیں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالی کی خاص مدد کے ساتھ اس کی وجوہات یہ ہیں:

1۔ انقلاب کے دورانیے میں، میں نے برادریوں، قوموں، مذاہب اور تنظیموں کے درمیان کوئی امتیازی رویہ نہیں رکھا۔ سب سے برابر رویہ رکھا۔

2۔ پورے جہادی دورانیے میں، میں نے کبھی مجاہدین اور بیت المال کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا۔

3۔ بیت المال میں امکان کی حد تک خیانت سے خود کو روکا۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے قوم اور تنظیم کے ساتھ دیگر تنظیموں اور قوموں کے لوگ بھی مجھ سے محبت رکھتے تھے۔

شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ جہاد میں کئی بار زخمی ہوئے۔ کئی کئی بار روسی بمباری کا نشانہ بنے۔ کئی بار زندہ گرفتار کرنے یا مار دینے کے لیے روسی فوج کے خصوصی پیادہ دستے آئے یا طیاروں سے اتارے گئے۔

ایک بار کنڑ کے ضلع مانوگی کے مضافاتی علاقے لام میں جہاں شیخ کا ذاتی مرکز تھا 1200 روسیوں نے اس کا محاصرہ کیا۔ شیخ فقیر اللہ اپنے 7 ساتھیوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ بہت سے روسی فوجیوں کی لاشیں میدان میں رہ گئیں۔ بقیہ نے بھاگ جانے میں عافیت جانی اور اللہ کے فضل سے یہ محاصرہ ختم ہو گیا۔

تنظیمی جھگڑوں کے دور میں ان کا موقف:

(ان یادیادداشتوں کے مطابق جو شیخ نے اپنے ہاتھوں سے تحریر کی ہیں)

کنڑ مرکز کا بالائی علاقہ شاہ بازئی کنڑ کا حاکم پوائنٹ سمجھا جاتا تھا۔ جہاں روسیوں اور داخلی کمیونسٹوں نے پکے بنکر تعمیر کیے تھے۔ شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ کی کمان میں مجاہدین نے ان پر حملے کیے۔ جس میں نو مجاہدین شہید ہو گئے۔ ان میں سے چار افراد خود شیخ کے گاؤں کے تھے۔ بہت سے مجاہدین زخمی ہو گئے۔ اس پوائنٹ کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد روسی فوج کنڑ مرکز سے ایک ہی رات میں فرار ہو گئے۔ ہر تنظیم کا مجاہد بلا مزاحمت مرکز اسعد آباد میں داخل ہوا۔ خود سر مسلح لوگوں نے شہر میں لوٹ مار اور بد نظمی شروع کر دی۔ پھر شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ کی کوششوں سے تمام تنظیموں کی متحدہ شوری بنی۔ شیخ جمیل الرحمن شہید نے اس متحدہ شوری کے متوازی اپنا شوری الگ رکھا۔ کئی سال بعد جب حالات نہ سدھرے۔ شیخ فقیر اللہ جان گئے کہ اب کنڑ میں تنظیموں اور اقوام کے درمیان جنگیں شروع ہونے والی ہیں۔ انہوں نے ان جنگوں میں شرکت کو شرعاناجائز سمجھا اور کنڑ مرکز چھوڑ کر اپنے آبائی وطن نورستان چلے گئے۔ کنڑ میں مجاہدین کی آپسی جنگ کا باعث نہ بنے اور اپنے گھر بیٹھنا قبول کیا۔

مختصر یہ کہ افغانستان کے مختلف صوبوں میں تنظیموں کے درمیان جنگیں ہوتی رہیں مگر شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ نے کبھی بھی کنڑ اور نورستان میں مجاہدین کے درمیان جنگ میں ملوث نہ رہے۔

رہی یہ بات کہ شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ پچھلے جہاد میں حزب اسلامی کی جانب سے کنڑ اور نورستان کے پورے جہاد کے دوران صوبائی امیر اور ذمہ دار تھے۔ ملکی سطح پر حکمتیار کے بااعتماد ساتھیوں میں سے تھے۔ مگر اس کے باوجود شیخ کی اپنے ہاتھوں لکھی ہوئی یادداشتوں کے مطابق جب کابل میں حزب اور جمعیت کی جنگ ہوئی، یا دیگر جنگیں ہوئیں تو شیخ صاحب نے حزب اسلامی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس کی وجہ خود انہوں نے یہ لکھی ہے کہ جلال آباد کی فتح کے بعد کابل میں کمیونسٹ حکومت کے سربراہ ڈاکٹر نجیب اور گلم جم ملیشیا کے سربراہ دوستم کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ دوستم نے تنظیم جمعیت کے کمانڈر احمد شاہ مسعود سے رابطہ کیا۔ جبل السراج میں یہ معاہدہ کیا گیا کہ مل کر ایک مشترکہ حکومت تشکیل دیں گے اور مجاہدین کی حکومت کے نام سے اس کا اعلان کریں گے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ کابل میں ایک طرف سے حزب اسلامی کے مجاہدین داخل ہوئے اور دوسری طرف سے کمیونسٹ اور جمعیت کے مجاہدین مشترکہ دستوں کی صورت میں داخل ہو گئے۔ کمیونسٹوں اور احمد شاہ مسعود کے لشکر نے حزب اسلامی کے مجاہدین پر حملہ کیا۔ تب سے سالہا سال تک اتحادی حکومت اور حزب اسلامی کے درمیان جنگ جاری رہی۔ اس دوران پھر ایسا وقت بھی آیا کہ حکمت یار کی حزب اسلامی اور کمیونسٹ گلم جم ملیشیا کے سربراہ کے درمیان اتحاد قائم ہوا۔ جس کا نام "شوری عالی، ہم آہنگی انقلاب اسلامی افغانستان" رکھا گیا۔ اس اتحاد کی وجہ سے حزب اسلامی کے مخلص کمانڈر اور مجاہدین حکمتیار سے ناراض ہو گئے۔ ان میں سے ایک شیخ القرآن فقیر اللہ خان رحمہ اللہ بھی تھے۔ جو اس وقت تک اپنے تین سو مجاہدین کے ساتھ کابل کے چار آسیاب میں موجود تھے۔ انہوں نے حکمتیار سے علیحدگی کا اعلان کرنے کے بعد اپنے آبائی علاقے نورستان کا رخ کیا اور گھر بیٹھ گئے۔

امارت اسلامیہ کا حصہ بننے کا اعلان:

کابل کی فتح کے بعد جب مجاہدین رہنما ایک اسلامی حکومت کے قیام اور شریعت کے نفاذ میں ناکام ثابت ہوگئے، بلکہ شہداء کے ارمان اور امیدیں تنظیمی جھگڑوں میں قربان ہو گئیں۔ ملک بدامنی اور فسادات میں گر گیا۔ تو قندہار کی جانب سے طالبان کی اسلامی تحریک امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں اٹھی۔ بہت کم وقت میں بہت سی فتوحات حاصل کیں۔ جب فتوحات کا سلسلہ جلال آباد اور کنڑ تک پہنچا تو طالبان کی جانب سے کئی بار وفود شیخ فقیر اللہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے۔ انہیں دعوت دی کہ آپ نے ایک مقصد کی خاطر جہاد شروع کیا تھا۔ اب طالبان اسی مقصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔ آپ ان کی حمایت کا اعلان کردیں۔ مگر شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ نے ہر وفد کا احترام کیا۔ ان کی حوصلہ افزائی کی اور کہا کہ تمہاری کارکردگی سے بہت مطمئن ہوں مگر چونکہ تم ابھی صرف ایک تنظیم ہو اس لیے میں تمہاری حمایت نہیں کرسکتا۔ مگر جب امارت اسلامیہ نے کابل فتح کردیا۔ ملک کا اکثر حصہ ان کے زیر نگین ہو گیا اور قندہار کے ہزاروں علماء وطلبہ اور رہنماؤں نے ملا عمر مجاہد کو امیر المومنین کا خطاب دیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ملک کو امارت اسلامیہ کا نام دیا۔ یہی وہ دن تھا جب شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ ان کے ساتھیوں نے اس دن ان کا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان کیا: ریڈیو پر جب امیر المومنین کے ہاتھ پر شرعی بیعت کی بات اور امارت اسلامیہ کا نام سنا تو بہت خوش تھے۔ جو بھی اس دن ملنے آتا سلام کے بعد اس سے کہتے کہ افغانستان اب ایک اسلامی امارت ہے اور اس کے امیر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد ہیں۔ اس بات کا تکرار بار بار کسی سے کرتے۔

اس کے بعد فوراً اپنے صاحبزادے شیخ منیب اللہ حفظہ اللہ کو امارت اسلامیہ کی جانب سے کنڑ کے گورنر مولوی عبدالہادی رحمہ اللہ کے پاس بھیجا۔ ان کے توسط سے ننگرہار کے گورنر اور مشرقی زون کے رئیس مولوی عبدالکبیر حفظہ اللہ کی جانب بھیجا۔ انہیں پیغام دیا کہ اب اس شرعی نظام کی حمایت پر لازم ہے۔ بالآخر اپنے تمام مجاہدین کی مشاورت اور موافقت سے جلال آباد گئے۔ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور امارت اسلامیہ کے میں شامل ہونے کا اعلان کردیا۔ اور پھر اپنی موت اس پر قائم رہے۔

امریکی جارحیت اور امارت اسلامیہ کے سقوط کے بعد:

روس اور کمیونزم کے خلاف گذشتہ جہاد کے رہنماؤں اور کمانڈروں میں سے ایسے بہت کم خوش قسمت رہے اور ان کی تعداد گنتی کے چند لوگوں پر مشتمل تھی جو اپنے جہادی عزم پر ثابت قدم رہے۔ شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ بھی گذشتہ جہاد کے انہیں سعادت مند لوگوں میں سے تھے۔ مشرقی طاغوت سے پنجہ آزمائی کے ساتھ مغربی طاغوت کے آگے بھی اپنے ایمانی اور فولادی جہادی عزم سے ثابت قدم رہے۔

شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ امارت اسلامیہ کے سقوط اور صلیبی جارحیت کے دوران اپنے آبائی وطن نورستان کی بجائے کنڑ کے ضلع نرنگ کے ایک مضافاتی گاؤں نرنگ میں رہنے لگے۔ وہاں ان کا ایک ذاتی گھر بھی تھا۔ جس میں اپنے خاندان کے ساتھ رہے۔ آغاز میں جب امریکیوں نے افغانستان پر جارحیت کی تو کنڑ اور نورستان میں امریکی فوج کے اڈے موجود نہیں تھے۔ کبھی کبھی جلال آباد سے امریکی گاڑیوں کے قطار گشت پر کنڑ آتے اور واپس چلے جاتے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ نے کنڑ مرکز سے متعلقہ مختلف گاؤں دیہاتوں، نرنگ اور چوکی کے اضلاع کے مضافاتی علاقوں دری لکا، باڈیل اور یوہ گل کے مختلف چھوٹے دیہاتوں میں جہاد کے حوالے سے ذہن سازی اور عوامی آگاہی شروع کردی۔ اس حوالے سے بہت سے پروگرام اور دعوتی نشستیں رکھیں۔

جب کنڑ میں توپچی کے مقام پر امریکا کا عسکری اڈہ قائم ہوا تو کنڑ میں وہ پہلا شخص جس کی گرفتاری کا منصوبہ لیے امریکی آئے تھے وہ شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ تھے۔ مگر امریکیوں کا خیال تھا کہ وہ ضعیف اور معمر ہیں۔ یہیں پر گھر میں ہوتے ہیں اس لیے ایک طریقے سے پکڑ لیں گے۔ شیخ صاحب کو پتہ چلا تو کنڑ سے نورستان چلے گئے۔ وہاں جہادی تحریک کے دیگر مجاہدین سے ہم آہنگ ہو کر منظم جہادی تشکیلات شروع کردیں۔ امریکیوں کو جب پتہ چلا کہ وہ کنڑ سے نورستان چلے گئے ہیں اور ان کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں تو امریکیوں نے کنڑ کے چند بوڑھے بزرگوں پر مشتمل ایک وفد ان کے پاس بھیجا۔ اور انہیں پیغام بھیجا کہ آپ واپس کنڑ آجائیں۔ ہم آپ سے ملنے آپ کے گاؤں ارنس آئیں گے۔ یہ وفد جب شیخ رحمہ اللہ کے پاس پہنچا تو شیخ کے ساتھیوں اور علاقے کے بزرگوں اور جہادی رہنماؤں نے انہیں مشورہ دیا کہ کچھ وقت کے لیے روپوش ہو جائیں۔ مگر انہوں نے کہا کہ میں چھپ نہیں سکتا۔ بلکہ میری تو خواہش رہی کہ امریکیوں کے آگے اپنے ایمانی جذبات کا اظہار کروں۔ اس لیے آئے ہوئے

وفد کے افراد سے ملے۔ ان سے کہا کہ فی الحال تو میں کنڑ نہیں آرہا۔ البتہ اگر امریکیوں کی خواہش ہے مجھ سے ملنے کی تو یہاں آسکتے ہیں درجہ ذیل شرائط کے ساتھ۔ان شرائط کی رعایت نہ کی گئی تو برے نتائج کی ذمہ داری ان پر ہی ہو گی۔

1۔امریکی نورستان آئیں تو فضامیں طیارے نہیں اڑائیں گے۔

2۔صوبہ نورستان ضلع وانت وائیگل کے علاقے ارنس گاوں میں جو شیخ فقیر اللہ کا اپنا گاوں ہے۔ وہاں ایک باونڈری مقرر کی کہ اس سے آگے امریکی غیر مسلح ہو کر آئیں گے۔

3۔ارنس میں محدود وقت کے لیے مذاکرات کے نام پر انہیں رہنے کی اجازت دی جائے گی۔ جو پانچ گھنٹے مقرر کیا گیا۔ اس مہلت کے ختم ہوتے ہی امریکی گاوں سے نکلیں گے۔

جب یہ وفد واپس امریکیوں کے پاس پہنچا تو امریکیوں نے شیخ فقیر اللہ کی تمام شرطیں منظور کرلیں۔امریکیوں نے کنڑ اور نورستان کی 60 معروف شخصیات جن میں قبائلی لوگ اور بزرگ شامل تھے ان کو اپنے ساتھ لے لیا۔ جن میں ملک محمد زرین مشوانی، ملک عبدالجبار ننگلامی، حاجی ملک جمعہ گل شہید (نورستان)، حاجی معاون (کنڑ برکنڈی) اور اس طرح کے دیگر لوگ شامل ہیں۔ مقررہ اصولوں اور شرائط کے مطابق نورستان کے ضلع وانت وائیگل کے علاقے ارنس میں داخل ہوئے۔ جس باونڈری پر امریکیوں کو غیر مسلح ہونے کا کہا گیا تھا وہیں سے صرف چار امریکی اور تین قبائلی مشران مذاکراتی ٹیم کی شکل میں شیخ فقیر اللہ کے پاس آئے۔ انہیں اس مخصوص کمرے میں لے جایا گیا جہاں شیخ فقیر اللہ صاحب موجود تھے۔

امریکیوں کے ساتھ عصر کی نماز کے بعد آمنے سامنے مذاکرات شروع ہوگئے اور چار گھنٹے تک جاری رہے۔ یاد رہے کہ امریکیوں کی جانب سے آئے ہوئے وفد میں ایک امریکی افیسر لبنانی نژاد تربیت یافتہ امریکی تھا۔ جو عربی زبان بھی روانی سے بولتا تھا۔ دونوں کے درمیان اکثر باتیں عربی میں ہوئیں۔ کچھ باتیں ترجمان کے ذریعے بھی ہوئیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ امریکیوں کی جانب سے آیا ہوا فیسر اعلی عسکری افسر وود جان ابی زید تھا جو افغانستان اور عراق سمیت وسطی ایشیا میں بھی امریکی فوج کا جنرل کمانڈر رہ چکا تھا۔

للہ الحمد، اللہ تعالی کی مدد سے مکالمے اور مذاکرات کی مجلس اس طرح اختتام کو پہنچی کہ امریکی فریق کافی متاثر اور دباو میں تھا۔ ان مذاکرات کے بعد بھی یہ لوگ اپنے اہداف میں کامیاب نہ ہوسکے، کہ شیخ صاحب کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے جائیں۔ وجہ یہ تھی کہ شیخ صاحب کی گذشتہ جہادی ہیبت کے ساتھ ساتھ ارنس گاوں مجاہدین نے ایسی منظم فضا بنائی تھی کہ جس سے امریکیوں کے اعصاب متاثر ہوگئے۔ ایک ہفتے بعد امریکی بکتر بند گاڑیوں کا ایک بڑا کانوائے نورستان آیا۔ مگر ارنس مرکز میں داخل نہیں ہوسکے۔ بلکہ ارنس کے حدود میں داخل زمیو بیلی کے علاقے تک آکر رک گئے۔ ارنس کی شوری کے تمام ارکان کو بلایا اور ان کو دعوت دی کہ تم مولوی فقیر اللہ کی حمایت سے دستبردار ہو جاو۔ عوام کو دھمکایا اور دس دن کی مہلت دی۔ اور کہا کہ اس دوران یا مولوی فقیر اللہ خود کو امریکیوں کے حوالے کریں گے یا اس علاقے پر بمباری ہو گی۔

کافی عرصہ بعد ارنس کے قریب اتازہ علاقے میں رہائش پذیر مولوی غلام ربانی کے مدرسہ اور مسجد پر وحشیانہ بمباری کی۔ جس میں نو خواتین اور بچے شہید ہوگئے۔ صبح روشنی کے ساتھ ہی طیاروں اور بکتر بند گاڑیوں میں سینکڑوں امریکی ارنس گاوں پہنچ گئے۔ یہی وجہ تھی کہ گاوں کے بے سہارا غریب عوام کو امریکی وحشت سے بچنے کے لیے مولوی فقیر اللہ صاحب اپنے گھر سے نکلے اور اپنا علاقہ چھوڑ دیا۔ اس دوران بھی وہ امارت اسلامیہ کے سابق مسئول شیخ دوست محمد شہید اور کنڑ کے مسئول شیخ عبدالرحیم سے رابطے میں رہے اور انہیں مشاورت اور ہدایات سے نوازتے رہے۔ شیخ صاحب خود تو روپوشی کے ان ایام میں بیماری کے باعث جہاد میں شرکت کرنے سے محروم رہ گئے مگر اپنے اکلوتے بیٹے شیخ منیب اللہ کو ہمیشہ کے لیے مجاہدین کے ساتھ رکھا۔ جنہوں نے امارت اسلامیہ کی طرف سے نورستان کے مختلف ذمہ داریاں بھی پوری کیں۔ مرکزی کمیشن کے مشرقی حلقے کے رکن بھی رہے۔

شیخ فقیر اللہ رحمہ اللہ سالہا سال سے شدید بیمار تھے۔ زندگی کے آخری ساڑھے چار سال صاحب فراش رہے۔

بالآخر ۴/شوال/۱۴۴۱ھ 27 مئی 2020 کو انتقال کر گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اقوام متحدہ کا اپنی ذمہ داری سے فرار

موسیٰ فرہاد

اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی جانب سے کچھ دن قبل ایک طویل رپورٹ بھیجی گئی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ افغانستان میں اب بھی القاعدہ کے ہزاروں جنگجو موجود ہیں اور امارت اسلامیہ ان کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہے۔ مذکورہ ادارے کی بین الاقوامی حیثیت کو دیکھتے ہوئے اس کی ہر بات اور رپورٹ مستند اور حقائق پر مبنی ہونی چاہیے۔ انٹرنیٹ تجزیوں، خود ساختہ معلومات اور اندازوں پر مبنی رپورٹ ادارے کی بین الاقوامی حیثیت کو داغدار کرتی ہے۔ لیکن افسوس کہ اس ادارے کی موجودہ رپورٹ ہر قسم کے معیار سے خالی ہے۔ یہ محض ایک پروپیگنڈہ اور بدنیتی پر مبنی ایک سفارش تھی جو میڈیا کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ان معلومات کے لیے آزادانہ تحقیق نہیں کی گئی۔ بلکہ رپورٹ کابل انتظامیہ کے اور کچھ دوسری حکومتوں کے معلومات کی بنیاد پر ترتیب دی گئی۔ اپنی کمزوری کے برملا اعتراف کے باوجود اقوام متحدہ کے سیکورٹی کونسل کے نام سے اس قسم کے رپورٹ کا شائع ہونا خود اس کے من گھڑت اور جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔

طالبان نے اپنے رسمی تبصرے میں مذکورہ رپورٹ میں کچھ متضاد باتوں کی نشاندہی کی ہے۔ مثلاً: امارت اسلامیہ کے متعدد کمیشنز کے سربراہوں کے نام غلط بتائے گئے ہیں۔ اسی طرح ایک صوبے کے گورنر کو ایک جگہ مردہ قرار دیا گیا جبکہ اسی رپورٹ میں دوسری جگہ اسے فعال گورنر کے طور متعارف کروایا گیا ہے۔ رپورٹ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ امارت اسلامیہ کے رہبری شوریٰ میں شامل افراد کے نام امارت اسلامیہ کے رسمی ویب سائٹ سے لیے گئے ہیں۔ حالانکہ امارت اسلامیہ کی جانب سے رہبری شوریٰ میں شامل افراد کے نام اپنے ویب سائٹ سمیت کسی میڈیا چینل یا ویب سائٹ پر جاری نہیں کی گئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ رپورٹ گمراہ کن تعصب کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 2019ء سے لے کر اب تک طالبان اور القاعدہ کے تعلقات موجود ہیں اور القاعدہ ایک بار پھر افغانستان میں طالبان کی مدد سے مضبوط ہو رہا ہے

یہ رپورٹ 27 مئی کو ایک ایسے وقت میں سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں پیش کی گئی جہاں معاہدہ دوحہ کے مطابق سیکورٹی کونسل نے اپنے وعدے کے مطابق 29/ مئی کو اجلاس میں اسی موضوع پر بحث کرنی تھی کہ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے نام اقوام متحدہ کے بلیک لسٹ سے نکال لیے جائیں۔ تاکہ افغانستان کا مسئلہ ہونے میں حائل رکاوٹیں دور ہوں۔ اقوام متحدہ نے اس فیصلے کی تائید دوحہ معاہدے کے بعد ہی کی تھی۔

مذکورہ بے بنیاد باتوں کے علاوہ بھی رپورٹ میں ایسے مضحکہ خیز اور بے بنیاد باتیں شامل کی گئی ہیں جو اقوام متحدہ تو درکنار ایک ذمہ دار شخص بھی اس کے کہنے سے شرم محسوس کرے گا۔

کیوں کہ اس رپورٹ سے واضح طور پر یہی تاثر ملتا ہے کہ اقوام متحدہ اپنی ذمہ داری سے بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور وہ وعدہ جو انہوں نے دوحہ معاہدے کے وقت کیا تھا کہ افغانستان کے مسئلے کے حل کے لیے مدد کرنے کو تیار ہے، معاہدے کی مادوں پر کیے گیے وعدے کی پابندی کرے گا۔ اسی مقصد کے لیے یہ وعدہ کیا گیا کہ 29/ مئی کو امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے نام بلیک لسٹ سے نکال لیے جائیں گے۔ چونکہ وعدہ وفا کرنے میں ناکام رہے اب اپنی جان چھڑانے کے لیے امارت اسلامیہ پر ایسے الزامات کی بوچھاڑ کر دی جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ افغانستان کے بارے میں درجنوں مرتبہ اقوام متحدہ نے اس قسم کے بے سروپا رپورٹس کی وجہ سے اپنی حیثیت کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے بعد میں کسی کو بھی اس ادارے کو ثالث یا غیر جانبدار ہونے کا یقین نہیں ہوگا۔ اور اس کے کردار کو ہمیشہ شک کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

دوحہ معاہدے کی تائید سب سے پہلے اقوام متحدہ نے کی۔ اس معاہدے کے مطابق سب سے پہلے معاہدے کے دس روز بعد 5 ہزار قیدیوں کی رہائی کا معاملہ مکمل ہونا چاہیے تھا۔ بین الافغانی مذاکرات 10 مارچ کو شروع ہونے چاہیے تھے تاکہ افغانستان کے آنے والی حکومت، جنگ بندی اور دوسرے مسائل پر بحث ہو جاتی اور اب طالبان اور افغان حکومت ایک نتیجے پر پہنچ چکے ہوتے لیکن اس بارے میں امریکا سمیت اقوام متحدہ نے وہ پھرتی نہیں دکھائی جو دکھانی چاہیے تھی۔

یہی وجہ ہے کہ آج تک معاہدے کے نکات پر عمل درآمد کی بجائے مزید تعطل سے کام لیا جارہا ہے۔ پہلا قدم اقوام متحدہ کو یہی اٹھانا چاہیے تھا کہ بلیک لسٹ سے طالبان رہنماؤں کے نام نکالتا۔ اس طرح اس کی غیر جانبداری، ثالثی، بین الاقوامی اور قانونی حیثیت سے اپنی ذمہ داری ادا کر چکا ہوتا۔ لیکن یہاں بھی سستی سے کام لیا گیا۔ مدد کی بجائے پروپیگنڈے اور من گھڑت باتوں سے پر ایسی رپورٹ نشر کی جس نے افغانستان کے مسئلے کو حل کرنے کے بجائے مزید پیچیدہ بنایا۔ جس کی وجہ سے افغان قوم کا ان سے اعتماد اٹھ گیا۔

اس سے اقوام متحدہ کی امن کے لیے براہِ نام کوششوں پر سوالات اٹھائے جانے لگے ہیں۔ کہ اقوام متحدہ بھی ملکی اور بین الاقوامی قوتوں کے زیر اثر ہے جو افغانستان میں ایک دن امن کا دیکھنا نہیں چاہتے۔ پرامن اور خود مختار افغانستان کے حق میں نہیں بلکہ جنگ زدہ افغانستان میں اپنے مفادات کو محفوظ سمجھتے ہیں۔

دراصل اس رپورٹ کی آڑ میں اقوام متحدہ اپنی ذمہ داری سے راہ فرار چاہتا ہے۔ یہ اقوام متحدہ جیسے ادارے کے اصولوں کے بھی خلاف ہے کہ اپنے وعدے سے فرار ہونے کے لیے جھوٹی رپورٹ کا سہارا لے۔ انہیں اس قسم کی سنگین غلطیوں کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔

امریکی انخلاء کے بعد کی جنگ

اکرم تاشفین

استعمار کا جس خطے پر ایک بار قبضہ ہوا ہے وہاں سے نکلنے کے بعد بھی وہاں سے نہیں گیا۔ آپ پوری دنیا کے استعماری قبضے کی تاریخ اٹھائیں۔ روس، برطانیہ، فرانس اور امریکا، ان ملکوں نے دنیا بھر میں جس ملک کو ایک بار بھی اپنا غلام بنایا وہاں اپنی بیج بو کر گئے۔ وہاں کی آئندہ نسلیں مسلسل اسی احساس غلامی میں پیدا ہوتی اور جیتی رہیں۔ وہاں کی مقامی تہذیب اور ثقافت بڑے شہروں سے نکل کر دیہاتوں میں مقید ہو گئی۔ شہروں اور بڑی آبادیوں پر بیرونی ثقافت قابض ہو گئی۔ لوگوں کا لباس، زبان، اٹھنے بیٹھنے کا انداز، کھانے، ادب اور اخلاقیات ہر چیز پر بیرونی قوتوں کے اثرات ایسے غالب آئے کہ پھر کئی عشرے گذرنے کے بعد بھی وہ اثرات کم نہیں ہوئے۔ بلکہ میڈیا کے ذریعے سماج کے ان اجزاء کو مسلسل زیر اثر رکھا گیا اور انہیں بڑھایا گیا۔

آپ دیکھیں کہ جہاں روسی استعمار کا قبضہ تھا وہاں کے نظریات اور ثقافت میں روس اب بھی زندہ ہے۔ جہاں برطانیہ کا قبضہ تھا وہاں اب بھی برطانیہ کے دور کو یاد کیا جاتا ہے۔ اس دور کی عظمت کی داستانیں سنائی جاتی ہیں۔ جو لوگ برطانوی افسروں، حکام یا محض کسی عام گورے کے دوست رہے وہ فخر سے بتاتے اور اس کی کہانیاں سناتے ہیں۔ جہاں فرانس حاکم رہا وہاں فرانسیسی تہذیب اب بھی زندہ و تابندہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ممالک نے اپنے مقبوضہ خطوں کو ہر حوالے سے اپنا محکوم بنایا۔ صرف وہاں کے سیاسی نظام کو ہاتھ میں نہیں لیا۔ بلکہ سیاست، ریاست، تعلیم، معیشت، سماج حتی کہ مذہب میں دخل اندازی کی۔ ہر جگہ کا جغرافیہ تبدیل کیا۔ ہر جگہ کی زبان بدلی۔ اور جب استعماریت کا دنیا سے خاتمہ ہوا تو اس کے بعد بھی یہ ملک اپنے حدود میں خاموشی سے نہیں بیٹھے۔ وہاں کا میڈیا مسلسل یہاں کے خطے کی نگرانی کرتا ہے۔ یہاں کے لوگوں میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیتا ہے۔ اور اس کے بعد یہاں مغربی فلسفے اور فکر کی ترویج کے لیے مختلف خوشنما اصطلاحات اور نعروں کے ذریعے مہم چلاتا ہے۔ میڈیا ایسے لوگوں کو ہائی لائٹ کر کے سامنے لاتا ہے جو مغربی فکر سے متاثر ہوں۔ ان لوگوں کو دانش، علم اور تہذیب کا سمبل بنا کر پیش کیا جاتا ہے جو مغربی تہذیب کے دلدادہ ہوں۔ معاشرے میں ایسے لوگوں کی زندگی کو مثالی زندگی بنا کر پیش کیا جاتا ہے جو مغربی آزاد خیالی کو پسند کرتے اور اپناتے ہیں۔

مغربی فکر کے اس غلبے کے آگے بند باندھنے کے دو ہی راستے ہیں۔ پہلا راستہ ذرا لمبا، صبر آزما، محنت خواہ مگر زیادہ گہرے اثرات مرتب کرنے والا ہے۔ یہ راستہ تعلیم کے ذریعے نئی نسل کو اپنی روایات، اقدار، تعلیم، ثقافت اور مذہب سے روشناس کرانا ہے۔ یہ ایک طویل موضوع ہے کہ ہمارا اس وقت کا نظام تعلیم کس طرح تعلیم کی دوئی ڈال کر معاشرے کو سیکولر بنا رہا ہے۔ دین و دنیا کی علیحدگی کا تصور ہی سیکولرازم کی بنیاد ہے۔ ہمارے ہاں جہاں دینی اور دنیوی تعلیم کے الفاظ رائج ہیں۔ وہاں دنیاوی تعلیم کا مقصد یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ وہ دین سے بالکل ہی بے خبر رہے گا۔ دین سیکھنے کو وقت نکالنا اس پر لازم نہیں۔ دینی تعلیم کے حصول کا مطلب یہ قرار دیا گیا ہے کہ دنیاوی علوم و فنون سے اب اسکا تعلق رکھنا بھی غلط ہے۔ اس طویل موضوع پر بات کسی تفصیلی نشست میں ہو گی۔ فی الحال دوسرے موضوع کی طرف چلتے ہیں۔

مغربی فکر اور فلسفے کا راستہ روکنے کا دوسرا طریقہ جو تیز اور فوری ہے وہ ہی میڈیا ہے۔ جس طرح اوپر ذکر کیا جا چکا کہ میڈیا استعماری طاقتوں کی جانب سے مسلسل ہر خطے کی نگرانی کرتا ہے۔ سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ بنیادوں پر ہر خطے کی رپورٹیں مختلف اداروں کی جانب سے مرتب کی جاتی ہیں۔ ہر ملک کی معیشت کی بہتری یا کمزوری، ہر خطے میں امن وامان کی صورتحال، ہر خطے میں مذہب سے لوگوں کی دلچسپی بڑھنے یا کم ہونے، ہر خطے کی سیاسی صورتحال، اس حوالے سے بڑے میڈیا

اداروں کی رپورٹیں سامنے آتی رہتی ہیں۔ اس کے لیے مغربی دنیا نے بڑے بڑے ادارے قائم کیے ہیں اور اس پر خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے۔ بڑے بڑے صحافیوں کو بروئے کار لایا جاتا ہے کہ وہ حالات کا جائزہ لیتے رہیں۔ اس طرح ہر استعماری ملک اپنے میڈیا اداروں کے ذریعے دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم ممالک کے حالات کا جائزہ لیتا ہے۔ اس پر تین مہینے، چھ مہینے یا سال بعد رپورٹیں تیار کی جاتی ہیں۔ ان رپورٹوں کی روشنی میں ہر استعماری طاقت اپنی پالیسی مرتب کرتی ہے۔ جس خطے میں جو چیز انہیں اپنے لیے نقصان لگتی ہے اس کے خلاف فوراً ایکشن لیتے ہیں۔ مثلاً کہیں انہیں معلوم ہو جائے کہ فلاں ملک میں "مذہبی انتہا پسندی" (دین سے محبت) بڑھ رہی ہے تو وہاں اسے ختم کرنے کے لیے اقوام متحدہ، این جی اوز اور حکومتیں خود بیدار ہو جاتی ہیں۔ کسی مسلم ملک کی معیشت کا انہیں علم ہو کہ ترقی پذیر ہے تو اسے گرانے کے لیے آئی ایم ایف اور دیگر اداروں کے ذریعے سازش شروع کر دی جاتی ہے۔ کہیں انہیں معلوم ہو جائے کہ جمہوریت ہی کے ذریعے سہی لیکن وہاں سیاست میں مذہبی طاقتیں آگے آ رہی ہیں وہاں یہ آمروں اور فوجی ڈکٹیٹرز کی سرپرستی کر کے اس کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ سماجی کردار کا ذکر اس کے علاوہ ہے۔ آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ بیس سال قبل جو لباس فلموں میں دکھایا جاتا تھا وہ آج عام طور پر رائج ہے۔ فیشن بن چکا ہے اور اس پر اعتراض کرنے والے کو بے ہودہ خیال اور نا سمجھ قرار دیا جاتا ہے۔ آج جو لباس فلموں کا حصہ بنا دیا گیا ہے وہ زیادہ نہیں دس سال بعد اس سماج کا حصہ بن چکا ہو گا۔ نوجوانوں کے آزادانہ تعلقات اور جو بے ہودگی الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے محض تفریح بنا کر دکھائی جا رہی ہے یہ کبھی اس سماج کا حصہ بننے والی ہے۔ مذہب کو زندگی سے نکال کر جس طرح محض اس کا نام باقی چھوڑ گیا ہے ہمارا معاشرہ ایک اس کی زندہ مثال بن چکا ہو گا۔

امارت اسلامیہ افغانستان اور امریکا کے درمیان 29 فروری 2020 کو ہونے والے معاہدے کے بعد امریکی افواج افغانستان سے تو نکل جائیں گی مگر یہ جارحیت پسند اپنی عادت سے باز نہیں آئیں گے۔ امریکا اپنے پیچھے پوری ایک نسل چھوڑ کر جائے گا جو لبرل، بے دین اور عیاش ہو گی۔ جسے دین اور مذہب کے نام پر ہونے والے کسی عام سے عمل سے بھی نفرت ہو گی۔ اس نسل کو امریکا صرف چھوڑ کر نہیں جائے گا بلکہ اس کی مسلسل سرپرستی کرے گا۔ میڈیا کے ذریعے افغانستان کی ثقافت، تہذیب اور تعلیم کو دقیانوسیت کا استعارہ بنا دیا جائے گا۔ ہماری افغان ثقافت خود افغانوں کی نگاہ میں اہمیت سے محروم ہو جائے گی۔ ہمارا لباس اور ہماری زبان پر امریکا اپنا فیشن اور اپنی زبان مسلط کر کے اسے ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔ امریکی جارحیت کا بظاہر تو خاتمہ ہو جائے گا لیکن اس سے اصل مقابلہ تو تب شروع ہو گا ،جب امارت اسلامیہ آئندہ سالہا سال کے لیے اپنے علوم، روایات، زبان اور مذہب کے تحفظ کے لیے فکری میدان میں کام کرنا شروع کرے گی۔ امارت اسلامیہ کا اسلامی نظام کا خواب تب ہی شرمندہ تعبیر ہو گا جب افغانستان کی ثقافت، تعلیم اور مذہب پر امریکا کے آئندہ ہونے والے ممکنہ حملوں کا راستہ روک دیا جائے گا۔ جب میڈیا پر ہمارا لباس دقیانوسی کی نہیں غیرت اور فخر کی علامت ہوا کرے گا۔ جب ہماری روایات اپنانے پر ہمیں خوشی ہو گی۔ جب اپنی زبان اور لغت کا ہم تحفظ کر سکیں گے۔

امریکا نکل رہا ہے مگر جا نہیں رہا۔ امریکا کی فکر، اس کی میڈیا انڈسٹری اور ساری فکری جنگ یہیں موجود رہے گی۔ اگر غفلت کا مظاہرہ کیا گیا اور امریکی فکر و فلسفے کا موثر جواب نہ دیا گیا تو خدشہ ہے کہ خدانخواستہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی گذشتہ 25 سال کی قربانیاں اور شہادتیں ضائع نہ ہو جائیں۔ ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ کی یہی جنگ گذشتہ آٹھ سال سے لڑ رہا ہے۔ اپنی تمام تر بے سروسامانی کے باوجود برسرپیکار ہے۔ آج کا زیر نظر شمارہ اس کا سوواں شمارہ ہے۔ سو شماروں کا ہدف پورا کرنے کے بعد اس کی مزید ترقی کے لیے امارت اسلامیہ کا ساتھ دیں۔

ماہنامہ شریعت کی اشاعت میں پھیلاؤ اور سوشل میڈیا پر عام کرنے کے لیے اپنا تعاون کریں۔ ادارتی عملے کی محنت اپنی جگہ مگر میگزین کا پھیلاو بہت زیادہ ضروری ہے۔

قارئین کرام! آپ امارت اسلامیہ کی براہ راست مدد اگر نہیں کر سکتے تو دعاوں اور مجلے کے پھیلاو کے ذریعے بھی آپ اپنے حصے کی کافی مدد پہنچا سکتے ہیں۔

قطر معاہدہ اور امن عمل تہہ در تہہ کہانی

قاری محمد یونس راشد

افغانستان میں امریکی جنگ کی ناکامی اور یہاں سے غاصب افواج نکالنے کے حوالے سے مباحث بش کے بعد صدر اوباما کے دونوں ادوار میں ہو رہے تھے۔ امریکی اہل کار ہر وقت صلاح و مشورے میں رہتے تھے کہ کسی طریقے سے افواج نکالنے کی کوئی راہ نکالی جائے، مگر اوباما اس کے لیے قطعی طور پر تیار نہیں تھے۔ ہاں فوج کی تعداد انہوں نے کم کر دی۔ اوباما کی افغانستان سے افواج نکالنے اور امارت اسلامیہ افغانستان کے ساتھ مذاکرات کرنے کی بجائے جنگ کو طول دینے کی پالیسی کے دیگر کئی وجوہات کے ساتھ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ اوباما کی کابینہ میں عسکریت پسند اہل کاروں اور اراکین نے فوجی جرنیلوں کے لیے ایسا ماحول بنا دیا تھا کہ وہ افغانستان سے اپنی افواج نکالنے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ ڈونلڈ ٹرمپ اوباما کے دور صدارت میں اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ پر افغانستان میں امریکی افواج کی موجودگی اور ان پر لگنے والی خطیر رقم کی پالیسی کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے رہے۔ ان کا موقف تھا کہ ہماری رقم افغانستان پر لگنے کی بجائے اپنے ملک کی ترقی و خوشحالی پر لگنی چاہیے۔

ٹرمپ کی بدلتی اسٹریٹیجک پالیسی:

ڈونلڈ ٹرمپ نے 20 جنوری 2017 کو امریکا کے پینتالیسویں صدر کی حیثیت سے حلف اٹھالیا۔ شروع ہی سے ان کی کوشش رہی کہ افغانستان کی بے نتیجہ جنگ کو ختم کر کے ان پر لگنے والی خطیر رقم کو روکا جا سکے۔ مگر چند جارح مزاج جرنیلوں اور جان مکین جیسے متعصب ڈیموکریٹک سینیٹرز نے ٹرمپ کو آمادہ کیا کہ افغانستان کی جنگ فوج کے محدود اختیارات اور محدود پیمانے پر آپریشنز کی وجہ سے نہیں جیتی جا سکی۔ اگر فوج کو لامحدود اختیارات اور وسائل دیے جائیں تو ہم یہ جنگ جیت سکتے ہیں اور جنگ جیتنے کی صورت میں افغانستان سے نکلنے والے تین ارب ڈالر کی معدنیات سے ہم اپنا خسارہ پورا کر سکتے ہیں۔ ٹرمپ چوں کہ بے جا مصارف سے بیزار اور منافع کے لیے دیوانہ وار فیصلے کر رہا تھا۔ اسی لالچ میں انہوں نے آنکھیں بند کر کے ان سرکاری اہل کاروں کی سفارشات تسلیم کر لیں اور اپنے پیش رووں کی ناکامیوں سے سبق سیکھنے کی بجائے 22 اگست 2017 کو افغانستان اور جنوبی ایشیا کے لیے اپنی پالیسی کا اعلان کیا۔ پالیسی کے اہم نکات یہ تھے کہ ہم افغان جنگ ضرور جیتنا چاہتے ہیں اور وہاں ہماری موجودگی حالات کو بہتر بنانے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ انھوں نے مزید کہا "اس وقت تک ہماری افواج افغانستان میں لڑیں گی جب تک جیت نہ جائیں اور اس وقت تک طالبان کے ساتھ جنگ کریں گی جب تک انھیں شکست نہ دیں"۔

ٹرمپ پالیسی کی ناکامی اور امریکی جرنیلوں کے ساتھ تصادم:

صدر ٹرمپ کی پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے پر مامور افغانستان میں امریکی فوج کے سربراہ جنرل جان نیکولسن نے لامحدود وسائل کے ساتھ ہزاروں امریکی افواج اور ان کے کٹھ پتلی داخلی افواج کی معیت میں افغانستان کی سرزمین مظلوم افغانوں کے لیے جہنم زار بنا دی۔ سینکڑوں افغانوں کو چھاپوں اور بمباریوں میں شہید کیا۔ غاصبین اور ان کے کٹھ پتلی افواج اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ان مظالم کے ذریعے افغانستان کے غیور مسلمان اسلامی نظام کے نفاذ سے دست بردار ہو کر ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔ لیکن جب دو سال کے بعد بھی وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نا ہوئے تو ٹرمپ نے ان کے ساتھ سخت گیر رویہ اختیار کیا۔ وہ ٹرمپ کو احساس دلاتے رہے کہ جلد ہی طالبان سے تمام علاقے خالی کرا کر تین ارب ڈالر کے ذخائر سے امریکی تجوریاں بھر دیں گے۔ لیکن اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ تین ارب ڈالر کے ذخائر کا ملنا محض جھانسہ تھا۔ وہ افغانستان کے متعلق اپنی اصل پالیسی (انخلا) کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اب وہ ان اہل کاروں کو جنھوں نے افغان جنگ کو طول دینے کے مشورے دیے تھے یا اب بھی جنگ کو طول دینے کے حق میں تھے سرکاری مناصب سے بے دخل کرنے کی پالیسی بنائی۔

قومی سلامتی کے مشیر مک ماسٹر جو ٹرمپ کی پالیسی کے اصل محرک تھے، پالیسی کی ناکامی کے بعد عہدے سے برطرف کر دیے گئے۔ اس کے بعد افغان جنگ کے خاتمے کے مخالف جان بولٹن کو بھی عہدے سے برطرف کیا گیا۔ جنرل نیکولسن جو کہ نیٹو افواج کے سربراہ تھے، انھیں بھی کام کرنے سے روک دیا۔ وزیر دفاع جنرل میٹس کو تو نہایت ہتک آمیز طریقے سے اپنے عہدے سے ہٹایا گیا۔ ٹرمپ نے

جرنیلوں سے شکایت کرتے ہوئے کہا"میں نے انھیں وہ تمام رقم مہیا کی جو وہ چاہتے تھے، لیکن افغانستان میں انھوں نے وہ کچھ نہیں کیا جس کی توقع تھی۔جنرل مٹیس کو ایک مرتبہ سالانہ سات ارب ڈالر مہیا کیے، اس کے بعد سات سو سولہ ارب ڈالر دیے، اس پر جنرل مٹیس نے شکریہ بھی ادا کیا، لیکن افغان معاملے میں وہ بہتر ثابت نہ ہوئے، جس طرح اوباما نے انہیں عہدے سے فارغ کیا تھا میں نے بھی ہٹادیا۔"

ٹرمپ نے ایک ایک کرکے اعلی مناصب پر بیٹھے ان تمام جرنیلوں کو برطرف کیا جو جارحیت کے آغاز کے دنوں سے وائٹ ہاؤس کی پالیسیوں پر اثرانداز تھے، جن کی وجہ سے ان کی خودساختہ طاقت کا طلسم ٹوٹ گیا اور رسوائی ان کا مقدر ٹھہری۔

امریکا اور امارت اسلامیہ کے مذاکرت اور جرنیلوں کی مزاحمت:

اگرچہ ٹرمپ نے اپنے کابینہ سے ان تمام اہل کاروں کو نکال دیا جو امریکا طالبان مذاکرات کے مخالف اور افغان جنگ کو طول دینے کے حق میں تھے، لیکن جنگ کے ساتھ منسلک جرنیل اور فوج میں ان کے فکر کے حامی جو پہلے ہی سے امن اور مذاکرات کے حامی نہ تھے اپنی ذمہ داریوں سے ہٹائے جانے کے بعد مذاکرات شروع ہونے سے قبل اور پھر مذاکرات کے دوران ایسے بیانات دیتے رہیں جس میں افغانستان سے امریکی افواج کے انخلا کے فیصلے پر تنقید ہوتی تھی۔اسے امریکی مفاد کے لیے سخت نقصان دہ بتایا جاتا تھا۔ وہ اس کوشش میں تھے کہ ٹرمپ کو اس ارادے سے باز رکھیں۔مذاکرات کے دوران عام شہریوں پر وحشیانہ تشدد اور بم باریوں سے ان کا مقصد یہ تھا کہ امارت اسلامیہ مذاکرات سے پیچھے ہٹ جائے، لیکن امارت اسلامیہ کی بالغ نظر قیادت جو امریکی مذاکراتی ٹیم کے ساتھ ملاقاتوں کی وجہ سے امریکی پالیسیوں کو قریب سے دیکھ رہے تھے اور جرنیلوں کی بدنیتی کا انہیں علم ہوا تو مذاکرات کو معطل نہ ہونے دیا۔اس دوران غاصب امریکی افواج سے افغانوں کے ساتھ کیے گئے ظلم کا بدلہ لینے کے سلسلے کو بھی نہیں روکا۔مذاکرات مخالف امریکی جرنیلوں نے امریکی مظالم کو تو نہیں دیکھا البتہ ان مظالم کے مقابلے میں امارت اسلامیہ کے دفاعی حملوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے اور اسے مذاکرات کے منافی عمل قرار دیتے۔ اسی کو بنیاد بنا کر امریکی پالیسی ساز اداروں کی رائے تبدیل کرنے اور مذاکرات ختم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ایک دفعہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہوگئے اور ٹرمپ نے مذاکرات کو روک دیا۔مگر وہ جلد ہی معاملے کو بھانپ گئے اور اپنی ٹیم کو مذاکراتی سلسلے کو آگے بڑھانے کے لیے دوحا بھیج دیا۔

معاہدے کی خلاف ورزی، ضد یا پالیسی؟

امریکا اور امارت اسلامیہ افغانستان کے درمیان امن مذاکرات کے معاہدے کے بعد افغانوں نے سکھ کا سانس لیا۔آپریشنز اور بم باریوں سے ایک حد تک مطمئن ہوگئے۔لیکن حال ہی میں چند امریکی فوجیوں کی جانب سے معاہدے کی خلاف ورزی سے لوگوں میں ایک بار پھر تشویش پیدا ہوئی کہ کہیں امریکا معاہدے کو توڑ نہ دے اور ایک بار پھر ان مظالم کا سلسلہ شروع نہ ہو۔بعض تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ حملوں کا سلسلہ امریکی پالیسیوں کا حصہ ہے۔ان کا خیال ہے کہ امریکا امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات پر پشیمان ہے۔لیکن میرے خیال میں امریکا کی پالیسی یہ ہے کہ مذاکرات کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے اور افغان جنگ سے خود کو دور رکھے۔معاہدے کی خلاف ورزی ان امریکی جرنیلوں کی جانب سے ہورہی ہے جو پہلے ہی مذاکرات اور امن کے مخالف تھے جس میں امریکا کی ریاستی پالیسیوں کی رضامندی شامل نہیں ہے۔

کابل انتظامیہ امریکی حکومت کے زیراثر ہے یا امریکی جرنیلوں کے؟

جارحیت کے شروع کے دنوں سے کابل انتظامیہ نیٹو اور امریکی جرنیلوں کی جانب سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔انہی کی جانب سے ہدایات ملتی اور انہی کے اشارہ آبرو پر چلتا ہے۔بہت کم ایسا ہوا ہے کہ امریکی سفیر نے سیاسی معاملات میں مداخلت کی ہو۔امریکی جرنیلوں نے افغان کٹھ پتلی حکم رانوں کے ساتھ مل کر امریکی حکومت سے ذاتی مفادات سمیٹے ہیں اور انہی کی ملی بھگت سے افغانستان میں جنگ کو طول دینے کے لیے راہ ہموار کی ہے۔موجودہ حالات میں یہ حقیقت مزید واشگاف ہوگئی۔مذاکرات کا آغاز ہوتے ہی امریکی جرنیلوں نے کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی کی زبانی اس کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔قیدیوں کے تبادلے کے عمل میں بہ ظاہر تو کابل انتظامیہ مطعون ہے لیکن یہ بھی دراصل اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔خواہش جرنیلوں کی تھی اور حسب سابق استعمال کابل انتظامیہ ہوا۔قیدیوں کی رہائی کے معاملے کو پیچیدہ بنانا محض کابل انتظامیہ کو بطور آزاد و خود مختار ادارہ ظاہر کرنا تھا لیکن دنیا پر حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ وہ کس قدر آزاد ہے۔

امریکی فوج کیوں افغان جنگ کا خاتمہ نہیں چاہتے؟

اب سوال یہ ہے کہ امریکی فوج کیوں کر افغان جنگ کو طول دینا چاہتے ہیں؟ افغان امن عمل کی راہ میں وہ مسلسل کیوں رکاوٹ بن رہے ہیں؟ وہ کون سے اسباب

وعوامل ہیں جنھوں نے امریکی فوج کو ضد پر اڑے رہنے اور اپنی ہی حکومت کو امن مذاکرات سے باز رکھنے پر اکسایا؟ دوٹوک الفاظ میں ان سوالوں کا ایک ہی جواب یہ ہے کہ امریکی فوج مافیا کی شکل اختیار کر چکی ہے۔افغان جنگ ان کے لیے امریکی معیشت کو لوٹنے اور اس پر اپنا کاروبار بڑھانے کا بہترین ذریعہ ہے۔افغانستان کے کٹھ پتلی حکمران بھی ان کے عزائم کی تکمیل میں ان کے مدو معاون ہیں۔اپنے مظلوم بھائیوں کے خون ناحق کا خیال رکھنے کی بجائے اپنے پیٹ ہی کا خیال رکھتے ہیں۔امریکی فوج بھی ان کے کٹھ پتلی حکمرانوں کی طرح اپنے وطن کے دشمن ہیں۔ اپنے ملک کے باشندوں کی ٹیکسوں سے حاصل شدہ رقم افغانستان میں خیالی پروجیکٹس، بے نتیجہ جنگ اور لاپرواکٹھ پتلیوں پر خرچ کر رہی ہے۔ جن کا امریکا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔امریکی حکومت نے اپنی فوج کے کرپشن کو روکنے اور ان کا احتساب کرنے کے لیے سیگار کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ سیگار کے مرتب کردہ رپورٹس کے نتیجے میں امریکی حکومت کو معلوم ہوگیا کہ فوج اوران کے جرنیل کس بے دردی سے امریکی عوام کا خون چوس رہے ہیں اور مزید بھی چاہتے ہیں کہ انھیں مراعات دینے کا سلسلہ نہ رکے۔امریکی افواج کے انخلا کے معاملے میں سابق صدر اوباما اور ان کے بعد تین سال تک صدر ٹرمپ اس لیے کامیاب نہ ہوسکے کہ کرپشن کی اس رقم میں جرنیلوں کے ساتھ کانگریس اور حکومت کے دیگر اعلی حکام بھی ملوث تھے اور وہی اس سلسلے میں رکاوٹ تھے۔صوبہ جوزجان میں گیس کے ایک اسٹیشن کے متعلق سیگار کی رپورٹ نے میڈیا میں ہلچل مچائی۔اس رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ افغانستان کے شمالی صوبہ جوزجان میں 43ارب ڈالر کی لاگت سے ایک گیس اسٹیشن بنایا گیا۔جب کہ اسی طرح کا ایک اسٹیشن پاکستان میں پچاس کروڑ ڈالر کی لاگت سے بنایا جاسکتا ہے۔سیگار کی رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ مذکورہ پمپ اسٹیشن پر اگست 2011 میں کام شروع ہوا اور 2012 میں مکمل ہوا۔ایک سال کے بعد وہ پمپ اسٹیشن اس طرح ناکارہ ہوگیا کہ ان کے متعلق کسی کو کچھ معلومات نہیں ہیں۔امریکی فوج کو سالانہ 45ارب ڈالر دی جاتی ہے۔ جو ماہانہ 37500000(سینتیس کروڑ پچاس لاکھ) ڈالر بنتے ہیں۔ اتنی خطیر رقم امریکی حکومت کی جانب سے ترتیب کردہ پروجیکٹس پر لگنے کی بجائے کرپشن کی نذر ہوجاتی ہے۔

کیا فوج امن عمل کو سبوتاژ کرسکتی ہے؟

امریکی فوج کے کرپشن، جنگ کے مقاصد میں ناکامی، افغان جنگ کے دوران بغیر آڈٹ شدہ معاہدے اور کمر توڑ مصارف وہ عوامل ہیں جنھوں نے امریکی سیاست دانوں، سرکاری اہل کاروں، وزرا اور امریکی عوام کو اس بات پر مجبور کیا کہ افغان جنگ کو ختم کرکے فوج کو واپس بلالیں۔ صدر ٹرمپ کی جانب سے عسکریت پسند فوجی جرنیلوں کو اپنے عہدوں سے برطرف کرنا، امریکی میڈیا میں فوجی جرنیلوں کی ناکامی، جھوٹ، دجل اور کرپشن کی رپورٹس کی مسلسل اشاعت وہ اقدامات ہیں جنھوں نے امریکی حکومت کو امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کرنے پر آمادہ کیا اور بعدازاں معاہدے کا مشکل مرحلہ بھی سر کیا۔اب جب امریکا اور امارت اسلامیہ کے درمیان معاہدہ طے پاگیا اور اس پر باقاعدہ دونوں اطراف سے دستخط بھی ہوئے تو امریکی جرنیلوں کی جانب سے اس معاہدے کی مخالفت کے سبب عارضی طور پر معاہدے کو تو جزوی نقصان پہنچا سکتے ہیں لیکن افواج کی انخلا میں رکاوٹ ڈالنا اور امن عمل کو سبوتاژ کرنا ان کے دائرہ اختیار سے نکل گیا ہے۔اس فساد کی اب وہ صرف خواہش ہی کر سکتے ہیں۔اس مقام تک پہنچنے میں امارت اسلامیہ کی بصیرت افروز فیصلوں نے بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ جن پر کٹھ پتلی حکمرانوں کو تشویش ہے، کیوں کہ ان کا بینک بیلنس افغانوں کے خون بہنے سے برآمد ہورہا ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ معاہدہ میں کسی طرف سے کوئی رکاوٹ پیدا ہوتا کہ جارحیت مزید طول اختیار کرے۔ یوں ان کا اقتدار بھی طویل ہوجائے گا اور افغانوں کے خون سے مزید کچھ عرصے تک ہولی کھیلنے کا موقع بھی میسر ہوجائے گا۔

امریکا کی موجودہ معاشی و اقتصادی حالت کو دیکھتے ہوئے سکاٹ میلر جیسے جرنیلوں کے بلند و بانگ دعوے اور ان کی جانب سے کٹھ پتلی حکمرانوں کو حوصلہ دینا کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ ہی امن عمل میں اس کی کوئی اہمیت ہے۔اگر کابل انتظامیہ سکاٹ ملر کے اشاروں پر مشترک مفاد کی بنا پر امن عمل کو مؤخر کر سکتی ہے تو عوام بھی بیرونی افواج کی مکمل انخلا تک ایک سال مزید صبر کر سکتے ہیں۔ملک کی آزادی وحریت، امن واستحکام اور ایک ترقی یافتہ اسلامی نظام کے حامل افغانستان کے لیے عوام صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے راستے میں آنے والی عارضی مشکلات کو نظرانداز کریں۔امارت اسلامیہ افغانستان کی قیادت ان تمام معاملات کو بہت قریب سے دیکھ رہی ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالی اپنے خصوصی مدد و نصرت، مجاہدین کی بیش بہا قربانیوں اور قیادت کے اخلاص کی بدولت ہمیں اسلام کا عادلانہ نظام عطا فرمائیں گے۔ان شاءاللہ

وماذالک علی اللہ بعزیز

حسن مہمند

ایک ایسا قتل جس نے پورے امریکہ کو ہلا کر رکھ دیا

امریکی ریاست منی سوٹا میں چوری کے الزام میں گرفتار سیاہ فام امریکی شہری جارج فلائیڈ کی موت کی ویڈیو جاری ہونے کے بعد مظاہرے پھوٹ پڑے، جس کا دائرہ جلد ہی پورے امریکہ میں پھیل گیا۔امریکہ جیسے ملک میں جہاں ایک الگ ماحول ہے۔لوگ بہت مصروف ہیں اور ہر ایک کی اپنی خوشیاں اور غم ہیں۔یہاں قومی اور قبائلی نظام نہیں ہے اور نہ ہی قومی ہمدردی اور تعصب ہے۔لیکن اس کے باوجود ایک ناجائز قتل کے خلاف تمام لوگ سڑکوں پر نکل گئے،اور منی سوٹا سے لے کر واشنگٹن ڈی سی تک انسانوں کا سمندر نظر آرہا ہے۔

مقتول سیاہ فام تھا اور بیشتر مظاہرین بھی سیاہ فام ہیں لیکن ان میں گورے بھی زیادہ تعداد میں موجود ہیں اور اس ظلم کے خلاف وہی غم وغصہ ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ پولیس اہل کار نے ایک شخص نہیں بلکہ تمام لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔

دنیا کی سب سے بڑی طاقت کی علامت وائٹ ہاؤس اب ہزاروں مظاہرین کے محاصرے میں ہے اور امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ جو دنیا کے سب سے طاقت ور شخص ہیں، نے وہائٹ ہاؤس میں دنیا کے سب سے محفوظ ترین کمرے میں پناہ حاصل کی ہے۔

امریکہ جو دنیا میں ریاستوں کے خلاف عوام کو اکساتا تھا، اور عوامی مظاہروں کے ذریعے حکومتوں کا تختہ پلٹ دیتا، آج اس میں لاکھوں افراد سراپا احتجاج ہیں اور اس کے نظام کو شدید خطرہ لاحق ہے۔

امریکہ دنیا کے کمزور ممالک میں اپنے منصوبوں پر عمل درآمد کا لطف اٹھاتا تھا، لیکن آج کمزور ممالک امریکہ میں جاری مظاہروں سے لطف اٹھا رہے ہیں۔

امریکا جو اپنے مذموم منصوبوں کو انجام دینے کے لیے مختلف ممالک کے سیاسی نظام کو ختم کرنے اور فوج کو اقتدار میں لانے کے لئے ہر وقت سازشوں میں مصروف رہتا تھا، آج اسی امریکا میں صدر کے تمام سیاسی رہنما چھپے ہوئے ہیں اور امریکا کی سڑکوں پر صرف مسلح افواج ہی دکھائی دیتی ہیں۔اس طرح منظر بنا ہوا ہے کہ جیسا کہ فون نے حکومت کے خلاف بغاوت کی ہے اور لوگ اس کے خلاف نکل آئے ہیں۔

امریکا جس کی وجہ سے پوری دنیا میں بدامنی کا دور دورہ ہے، آج خود بدامنی کی لپیٹ میں ہے۔

امریکہ جس نے اپنے مذموم منصوبوں اور براہ راست حملوں کے نتیجے میں ہمارے پیارے ملک سمیت بہت سارے اسلامی ممالک کو جنگ کی آگ میں جھونک دیا تھا، آج وہ خود آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں ہے۔بڑے بڑے پلازے، سپر مارکیٹس، سرکاری دفاتر اور گاڑیاں اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں جل رہی ہیں، سیکیورٹی فورسز ان کو روکنے کے لئے کوشاں ہیں لیکن ابھی تک وہ مشتعل مظاہرین پر قابو پانے میں ناکام نظر آرہے ہیں۔

آج امریکی عوام اور سکیورٹی فورسز ایک دوسرے کے خلاف کھڑی ہیں۔

امریکہ جو ہمیشہ مظلوم لوگوں کے گھروں اور عمارتوں کو بھاری بموں سے تباہ کرتا تھا، آج اپنے عوام کے ہاتھوں اس کی عالیشان عمارتیں اور مارکیٹیں جل کر خاکستر ہو رہی ہیں۔

امریکہ جس نے جارحانہ حملوں کے ذریعے اسلامی ممالک کی حکومتوں کو ختم کر دیا تھا، آج اپنے عوام کے ہاتھوں اس کے 23 ریاستوں میں نظام مفلوج ہو کر رہ گیا اور حکومت نے ہنگامی حالت کا اعلان کیا۔امریکہ جس کی فوج ہمیشہ دوسرے ممالک کے نہتے شہریوں کو نشانہ بناتی رہی، آج اسی امریکہ کی فوج اپنے عوام کو نشانہ بنا رہی ہے۔

امریکہ جس نے ہمیشہ اپنے مخالف اور دشمن کی معیشت کو تباہ کرنے کے لئے گھناؤنے اقدامات اٹھائے ہیں، آج اس ملک میں موجودہ بحران نے معیشت کو پانچ ارب ڈالر کا نقصان دیا ہے۔

امریکہ ہمیشہ غریب ممالک پر بموں کی بارش کرتا تھا، غریب لوگوں کے

گھروں کو میلیامٹ، مساجد اور دیگر تاریخی مقامات کو مسمار کرتا تھا، آج اسی امریکہ میں مظاہرین نے اس ملک کے بانی جارج واشنگٹن کا مجسمہ مسمار کردیا جو امریکی تاریخ میں امریکہ کی روحانی حیثیت پر کاری ضرب ہے۔

امریکہ جو زمین اور وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے مقبوضہ علاقوں میں اپنا جھنڈا الہرارہا تھا، آج اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں اس کا جھنڈا جل گیا ہے، جو امریکی عوام کی جانب سے اس کے لئے بہت بڑا دھچکا ہے۔

امریکہ جو اپنے مادی مقاصد کے لئے پوری دنیا کو فتح کرنے کی کوشش کررہا تھا اور جس کے لئے بڑے بش اور چھوٹے بش نے اپنے دور اقتدار میں بدترین اقدامات اٹھائے تھے، آج وہی بش امریکہ کے بارے میں کہہ رہا ہے: مجھے امریکہ میں جاری ناانصافیوں پر تشویش ہے۔ انہوں نے جارج فلویڈ کے ظالمانہ قتل کے خلاف غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ امریکہ میں جاری بدامنی اور ناانصافی کی وجہ سے اس ملک کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔

بش کی تشویش بجا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ امریکہ میں بدامنی کی تازہ لہر ناانصافی اور ظلم کا مکافات عمل ہے، وہ ملک کے اندر لوگوں کے ساتھ ناجائز سلوک اور ظلم سے ناخوش دکھائی دیتا ہے لیکن امریکہ نے پوری دنیا میں جن مظالم کا ارتکاب کیا ہے، جن میں بڑے اور چھوٹے بش کا بڑا کردار ہے، اس پر وہ خاموش ہے، اور نہ ہی وہ ان مظالم کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے، کیونکہ امریکی عوام اپنے ملک سے باہر دوسرے لوگوں پر ہونے والے مظالم کو ظلم نہیں سمجھتے ہیں۔ امریکی عوام بھی یہودیوں کی طرح اپنے سوا تمام انسانوں کو دو پیر والے جانور سمجھتے ہیں۔

یہ اچھی بات ہے کہ امریکہ کے اندر عوام نے نسل پرستی کی بنیاد پر جاری تعصب اور امتیازی سلوک کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اگر سیاہ فام امریکی شہری کے بہیمانہ قتل کے خلاف امریکی عوام ظالموں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوگئے ہیں تو یہ نیک شگون ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا امریکی جو خود کو دنیا کے سب سے زیادہ مہذب اور انسانیت دوست انسان سمجھتے ہیں، نے افغانستان اور عراق پر حملی جارحیت اور ان دونوں ممالک میں وحشی امریکی فوجیوں کے ہاتھوں خواتین اور بچوں پر تشدد کے علاوہ لاکھوں بے گناہ لوگوں کے قتل عام پر کیوں مجرمانہ خاموشی اختیار کی ہے اور ان مظالم کے خلاف کیوں آواز نہیں اٹھاتے ہیں؟

کیا یہ انسانیت اور تمدن ہے؟ امریکی عوام ایک شخص کی ہلاکت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور ان امریکی فوجیوں کے مظالم پر خاموش ہیں جو لاکھوں بے گناہ انسانوں کو مار رہے ہیں کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟

اگر امریکی عوام امریکہ کے اندر نسل پرستی اور امتیازی سلوک کے خلاف ہیں تو امریکی اور غیر امریکی نسل پرستی اور تعصب کی مخالفت کیوں نہیں کرتے ہیں؟

یہ صرف عراق اور افغانستان کی بات نہیں ہے بلکہ دنیا بھر میں اور خاص طور پر عالم اسلام میں جاری بدامنی، خونریزی اور خانہ جنگی کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ ہے۔ اب جب ایک امریکی شہری کی ہلاکت پر امریکی عوام اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، اگر وہ امریکی حکمرانوں کے مظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے تو دنیا میں اتنے بڑے پیمانے پر بدامنی نہ ہوتی اور نہ ہی اتنے بے گناہ انسان اس طرح کے مظالم کا شکار ہوجاتے؟

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں ہونے والے مظالم کے حوالے سے امریکی عوام اور حکومت کو ایک دوسرے سے الگ کرنا، ایک کو بری کرنا اور دوسرے کو مجرم قرار دینا انصاف نہیں ہے، کیوں کہ تمام ظالم حکمرانوں کو عوام ہی نے منتخب کیا ہے، جب عوام نے ایک بار کسی شخص کو منتخب کیا تو ان کے مظالم دیکھنے کے بعد دوبارہ انہیں منتخب کیا ہے، لہذا امریکی عوام ان مظالم میں برابر کے شریک سمجھے جاتے ہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ کچھ لوگ ان مظاہروں کے بعد امریکی عوام کو بااحساس اور زندہ قوم کے القابات دیتے ہیں۔

عصر حاضر میں روئے زمین پر امریکیوں سے زیادہ مادہ پرست، وسائل پر قبضہ کرنے، انسانیت کے دشمن، قاتل اور کمزور اقوام پر ظلم کرنے والے کوئی نہیں ہیں۔

موجودہ صورتحال ان کے برے اعمال کا نتیجہ اور مکافات عمل ہے۔ تمام مظلوم اقوام کو امید ہے کہ یہ صورتحال مزید خراب ہوجائے گی جس کے نتیجے میں امریکہ کا شیرازہ بکھر جائے گا، اس کا غرور ختم ہوجائے گا اور دنیا اس کے شر سے محفوظ ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

تقریباً دو عشرے قبل جب امریکی قیادت میں مغربی ممالک نے افغانستان پر جارحیت کی۔ طالبان کے ہاتھوں شکست خوردہ چند بگھوڑے ملکی حواریوں کی تعاون سے امارت اسلامیہ کی حکومت کا خاتمہ کردیا۔ اس دوران اگر ایک جانب امریکا نے مظلوم ملت کے خلاف جدید ترین ٹیکنالوجی، بی52، ایف16، 17 اور دیگر لڑاکا طیارے، فوجی ہیلی کاپٹر اور کلسٹر وڈیزی کٹر بموں کا بے دریغ استعمال کیا، تو دوسری طرف ملکی و بین الاقوامی میڈیا میں وسیع پیمانے پر نظریاتی جنگ کا آغاز کیا گیا۔ امریکا نے ملک بھر میں ٹی وی، ایف ایم ریڈیو، اخبار اور میگزین وغیرہ کا وسیع نیٹ ورک قائم کیا اور طالبان کے خلاف پروپیگنڈے کا ایک سلسلہ شروع ہوا، جو تاحال جاری ہے۔

اس وقت دنیا پر مغربی طاقت اور تہذیب کا غلبہ ہے۔ مغرب نے اپنے معاشی، سیاسی اور حربی فوقیت کو اپنے فکری غلبے کا ذریعہ بنایا ہے اور اس طرح وہ اپنی تہذیبی عالمگیریت کی مہم پر کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس سے قبل بھی مغرب نے مسلم دنیا کو بزور طاقت فتح کیا۔ مسلمانوں کو کچلا، تباہ و برباد کیا اور پھر انہیں ہمیشہ غلام رکھنے کے لیے مسلمانوں کے ملکوں میں اجتماعی ادارے مثلاً سیاست، معیشت، قانون، تعلیم وغیرہ کو اپنے نظریہ و فلسفے پر قائم کیا اور مسلمانوں کے دل و دماغ کو فتح کرنے کی بھرپور کوشش کی، جس میں استعمار کو کسی حد تک کامیابی بھی ملی۔

لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی میڈیا کے ذریعے مغربی تہذیب کے زیر اثر رہے۔ چنانچہ مسلمان سیاستدان، صحافی، ادیب، دانشور بلکہ علمائے کرام کی ایک بڑی تعداد بھی مغربی تہذیب کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان صحافت میں کھود پڑی۔

امارت اسلامیہ (طالبان) کے میڈیا ونگ کی جانب سے اس وقت پشتو، دری (فارسی) اور عربی زبانوں میں ماہنامہ میگزین شائع ہو رہے تھے، جن میں افغان جہاد کی تازہ ترین صورت حال سے افغانوں اور مسلمانوں کو باخبر رکھا جاتا، لیکن ایک کمی محسوس کی جا رہی تھی، جسے مکمل کرنے کی اشد ضرورت تھی، وہ کمی اہل برصغیر کے لیے اردو زبان میں امارت اسلامیہ کا ترجمان مجلہ تھا، کیونکہ اس وقت امارت اسلامیہ اور افغان جہاد کے عنوان سے کئی جرائد شائع ہوتے، مگر قارئین کرام یقین سے نہیں کہہ پاتے کہ ان میں سے کونسا امارت اسلامیہ کا ترجمان مجلہ ہے، یا اس کے پس پردہ کچھ اور اغراض و مقاصد ہیں۔

الحمدللہ ساتھیوں کی تجویز اور قیادت کی منظوری کے بعد ماہ فروری 2012ء کو "ماہنامہ شریعت" کا پہلا شمارہ شائع ہوا، جو امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے اور کمیشن برائے ثقافتی امور کی زیر نگرانی میں ہر ماہ مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ کمیشن نے اپنی ذمہ داری نہایت تدبر، اخلاص اور سرعت سے ادا کرتے ہوئے نہایت قلیل مدت میں ترقی کے اعلی منازل طے کیے۔ حالات کی خرابی اور مختلف النوع مسائل کے باوجود مغربی میڈیا کے ساتھ فوجی لڑائی کی طرح ابلاغی جنگ میں بھی کامیابی حاصل کرلی۔ اگر ایک جانب امارت اسلامیہ حق و باطل کے معرکے محاذوں پر لڑ رہی ہے، تو دوسری جانب نظریاتی جنگ کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی غرض سے امارت اسلامیہ کے ماہنامہ میگزین شریعت کے جون کا شمارہ اپنی تمام تر رونقوں اور رعنائیوں کیساتھ صحافتی افق پر جلوہ گر ہو چکا ہے، اس وقت قارئین کے ہاتھ میں شریعت مجلے کا سوواں شمارہ ہے۔ قارئین کرام یہ جان کر انہیں خوشی ہوگی کہ اللہ تعالی نے اتنے نامساعد حالات میں بھی محض اپنے فضل و کرم سے میگزین کو جاری رکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ماہنامہ شریعت عصر حاضر کی اہم ضرورت اور پکار ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ سادہ لوح لوگوں کا ذہن خراب کرنے اور انہیں اسلام سے بدظن کرنے کے لیے راہ حق کے سپاہیوں کی حقیقی تصویر کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ مغربی میڈیا اپنے مفاد کے لیے مسلط کردہ جنگ کو دہشت گردی کے خلاف عالمی کاروائی متعارف کرواتا ہے اور اس کے خلاف آواز اٹھانے والے کو دہشت گرد کہتا جاتا ہے۔

لیکن ایک بات یاد رکھنی چاہیے اسلام مخالف قوتیں بہت زور لگا کر بھی اسلامی تہذیب و تمدن کو ختم نہ کرسکیں۔ اس سلسلے میں اپنی تمام تر جدید ٹیکنالوجی اور ہر طرح کے حربے و ہتھکنڈے استعمال کیے، لیکن وہ کسی صورت میں بھی کامیاب نہ ہوسکے۔ جب انہوں نے اس حوالے سے تحقیقات کیں، تو اس نتیجے پر پہنچے کہ درحقیقت اسلامی معاشرے میں "ملا" ہی وہ فرد ہے، جنہوں نے اسلامی تہذیب کو اپنی قوم کی روح میں پیوست کیا اور پھونک دیا ہے۔ اس لیے اب ہمیں یہ جدوجہد کرنی چاہیے کہ یہاں سے "ملا" کا کردار کردیا جائے، تب اسلامی تہذیب کا درخت خود بخود گر کر معاشرہ اس ناسور سے چھٹکارا حاصل کریگا، لیکن پھر بھی اللہ تعالی کی نصرت سے کامیاب نہ ہوسکے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ نے دہائیوں قبل اپنی نظم کے ایک مصرع میں یوں فرمایا تھا:

افغانیوں کی غیرت دین کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

افغان بچّوں کا بے دریغ قتل عام

خوشحال غزنوی

ہم سب بچپن کا زمانہ دیکھ چکے۔ کوئی اسے یاد کر کے لطف اندوز ہوتا ہے لیکن کوئی بچپن میں لگنے والے زخموں اور تلخ یادوں سے آج بھی کراہ رہا ہے۔

بچے من کے سچے ہوتے ہیں انہی سے گھروں کے آنگن آباد ہیں۔ والدین کی امیدوں کا سہارا یہی بچے ہوتے ہیں۔ جن کے دنیا میں آنے سے والدین زندگی کے نئے دور میں داخل ہوتے ہیں۔ والدین شروع ہی سے بچے کی اچھی مستقبل کے فکر میں ہوتے ہیں۔ انہی بچوں کے مستقبل کی خاطر اور ان کا پیٹ پالنے کی خاطر والد دن رات محنت مزدوری سے دریغ نہیں کرتا۔ والد رات کو تھک ہار کر گھر پہنچتا ہے تو بچوں کے گلے لگنے سے ان کے پورے دن کی تھکان دور ہو جاتی ہے۔

4 جون کو ہر سال اقوام متحدہ کی جانب سے جنگ سے متاثر ہونے والے بچوں کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا فیصلہ 19 اگست 1982ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی ایک خصوصی نشست میں فلسطین اور لبنان کی جنگ سے متاثر ہونے والے بچوں پر گفتگو کے بعد ہوا۔

یہ دن ہر سال اقوام متحدہ کی جانب سے منایا جاتا ہے۔ یہ آتا اور گزر جاتا ہے ۔ لیکن اس دن کے منانے کا مقصد اور مستقبل میں بچوں کی زندگی کی حفاظت کے حوالے سے دنیا کی وہ قوتیں جنھوں نے دنیا میں جنگ کا بازار گرم کر رکھا ہے ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی اور سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔

یونیسیف کی ایک رپورٹ کے مطابق افغانستان میں اوسطا 9 بچے روزانہ جنگ کی وجہ سے شہید یا زخمی ہوتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 2019ء میں جنگ کی وجہ سے بچوں کی اموات میں 11 فیصد اضافہ ہوا۔ 2009ء سے 2019 تک 7000 بچے جنگ میں شہید ہوئے جبکہ 15000 سے زائد زخمی ہوئے۔ جنگی اثرات کے علاوہ قدرتی آفات، غربت، بیماریاں اور بے روزگاری نے بچوں سمیت ان کے خاندان کی زندگیاں اجیرن بنادی ہیں۔ 5 سال سے کم عمر 6 لاکھ بچے غذائی قلت کا شکار ہیں۔ افغانستان کے 30 فیصد بچے کم عمری میں ہی خاندان کا پیٹ پالنے کے لیے محنت مزدوری کرتے ہیں۔ 3 ملین سے زائد بچے اب بھی سکول جانے سے محروم ہیں۔ ہر سال 4 لاکھ نوجوان لیبر مارکیٹ کا رخ کرتے ہیں لیکن بے ہنر ہونے کی وجہ سے ان کی اکثریت بے روزگار ہوتی ہے۔

ہم اس تحریر کے ذریعے اقوام متحدہ سمیت دنیا کے تمام آزاد میڈیا ذرائع کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ افغانستان کے بارے میں ملکی اور بین الاقوامی اداروں کی تحقیقات حقائق پر مبنی نہیں ہوتیں کیوں کہ افغانستان کے 60 فیصد سے زیادہ رقبے پر طالبان کا کنڑول ہے اور یہاں شاذ و نادر ہی کوئی ادارہ یا میڈیا نمائندے کوریج کے لیے آئے ہوں۔ اقوام متحدہ کے تحت ہر سال یہ دن جنگ سے متاثر ہونے والے بچوں کی یاد اور ان کا قتل عام روکنے کے لیے منایا جاتا ہے لیکن اس میں نہ افغان بچوں کا ذکر ہوتا ہے نہ ان کو قتل کرنے والوں سے پوچھ گچھ ہوتی ہے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ اس دن کی مناسبت سے دنیا کو صرف 2020ء کے پہلے چھ مہینوں میں نیٹو اور ان کی کٹھ پتلیوں کے ہاتھوں افغانستان کے طول وعرض میں شہید ہونے والے بچوں کی تفصیلات

سے آگاہی دی جائے۔ گزشتہ 6 ماہ کے دوران کل 66 بچے سفاک دشمن کے حملوں میں شہید جبکہ 30 زخمی ہوئے۔

سال 2020ء کے آغاز میں ہی امریکی جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں نے ننھی کلیوں کو مسلنا شروع کیا۔ سال کے پہلے ماہ جنوری میں 4 حملے کیے جن میں پہلا حملہ 4 جنوری کو غور کے ضلع شہرک میں کیا گیا جس میں 2 بچے شہید ہوئے۔ جس کے بعد 7، 10، اور 26 جنوری کو بالترتیب تنخار کے ضلع درقد، روزگان کے ضلع خاص روزگان، اور ہرات میں حملے کیے گئے۔ جن میں چھ بچے شہید جبکہ تین زخمی ہوئے۔

ماہ فروری میں دشمن کے ان حملوں کی تعداد آٹھ ہے جن میں بچے شہید یا زخمی ہوئے۔ پہلا حملہ 3 فروری کو صوبہ روزگان کے ضلع ترین کوٹ ملاولی محمد کے گھر پر کیا گیا جس میں ان کے خاندان کے 3 بچے شہید ہوئے جبکہ خاندان کے 3 افراد اور بھی شہداء میں شامل ہیں۔ ایک اور دلخراش واقعہ ہرات کے رباط سنگی کا تھا جس میں امریکی جارحیت پسندوں کی بمباری میں ایک ہی خاندان کے 7 بچے دو خواتین اور دو مرد شہید ہوئے۔ باقی چھ حملے لوگر، فاریاب، ننگرہار، ہلمند اور روزگان میں کیے گئے جن میں کل 4 بچے شہید جبکہ 10 زخمی ہوئے۔

مارچ میں حملوں بچوں کی شہادت کا تناسب کم رہا اس ماہ دشمن کے بزدلانہ حملوں میں 7 بچے شہید ہوئے۔ یہ حملے بغلان، قندوز، بدخشان اور ہلمند میں کیے گئے۔

اپریل میں بھی چار حملوں میں بچوں کی شہادت کی اطلاعات آئیں۔ 5 اپریل کو روزگان کے ضلع خاص روزگان میں عبدالکبیر آکا کے گھر پر سفاک دشمن نے بمباری کی جس کے نتیجے میں 2 بچوں سمیت 5 خواتین شہید جبکہ عبدالکبیر آکا سمیت خاندان کے 8 افراد زخمی ہوئے۔ دیگر تین حملے ملک کے مختلف علاقوں میں کیے گیے جن میں 7 بچے شہید ہوئے۔

مئی کا مہینہ بچوں کے لیے سب سے زیادہ خونریز ثابت ہوا جس میں دشمن نے دس حملے کیے۔ پہلا حملہ یکم مئی کو لوگر میں کٹھ پتلی فورسز نے مارٹر گولے گاوں پر فائر کیے جس کے نتیجے میں 4 بچے شہید ہوئے۔ اس کے بعد کل 9 حملے کیے گئے جن میں شہید ہونے والے بچوں کی مصدقہ تعداد 18 بچے شہید جبکہ 5 زخمی ہوئے۔ جن مکمل تفصیلات الامارہ ویب سائٹ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

اسلام سے قبل تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں بچوں کے ساتھ اچھا سلوک روا نہیں رکھا گیا اور ان کی حق تلفی کی گئی۔ قدیم یونان میں 374 قبل مسیح تک بچوں کا قتل والدین کا قانونی حق تھا۔ اس کے علاوہ بچوں کو بتوں کی خاطر قربان بھی کیا جاتا تھا۔ معذور بچوں کو قید کرنا معمول کی بات تھی۔ لیکن اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی بچوں کے ساتھ روا رکھا جانے والا ناروا سلوک کا خاتمہ ہوا۔ اور عرب جو اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اب وہ ایک مقدس رشتے میں تبدیل ہوئیں۔

اسلام نے جنگ کے قاعدے بھی بدل ڈالے اور اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ جنگ کے دوران دشمن کے بچوں، خواتین اور بزرگوں سمیت کھڑی فصلوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ لیکن اکیسویں صدی کے صلیب کے پجاری اور ان کے ہمنوا نام نہاد مسلمانوں کے ظلم وستم کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ انہوں نے دور جاہلیت کو بھی مات دے دی ہے۔

دکتور عبداللہ المحیسنی کی جانب سے طالبان کے نام خط

شیخ الحدیث امیر المومنین مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ، ملا برادر اخوند اور شوری کے تمام اراکین اور تمام مشائخ اور کارکنوں کو جو افغانستان کی پاک زمین پر ہیں، شام کی سرزمین سے سلام بھیجتا ہوں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خط شام سے اپنے دوستوں، اور افغان بھائیوں کو بھیج رہا ہوں۔

آپ لوگوں نے اپنی قوم، دین اور سرزمین کے دفاع کے لیے بیس سال اللہ کی راہ میں جنگ لڑی۔ آپ نے بیس سال اللہ کی راہ میں جہاد ورباط میں گذارے۔ ان بیس سالوں میں آپ نے اللہ تعالی جل جلالہ کی نصرت سے مایوسی نہیں دکھائی۔ بیس سالوں میں اللہ جل جلالہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوئے۔ بیس سال آپ کہتے رہے کہ اللہ جل جلالہ کی مدد کب پہنچے گی؟

اللہ تعالی نے کبھی تمہارا ایمان ضائع نہیں کیا۔ تمہاریں دعائیں اور عاجزی نہیں بھولا۔ اور اب بیس سال بعد آپ خوشی کا دن منا رہے ہیں۔ صرف آپ نہیں پوری امت مسلمہ خوشی منا رہی ہے۔ کیوں کہ آج آپ جارح قوتوں کو نکالنے کے معاہدے پر دستخط کر رہے ہیں۔ اور یہ صرف آپ ہی ہیں جنہوں نے یہ کیا ہے۔ للہ الحمد۔

پوری دنیا کو دکھایا کہ جہاد کیسے ہوتا ہے۔ آئندہ نسلوں کو غیرت اور بہادری کی زریں لکیریں اپنے خون سے لگا کر دیں۔ اپنے شہیدوں کے خون سے میدان جیت لیا۔ بغیر اس کے کہ لوگوں کی تکفیر کرو، انہیں غلام بناو یا انتہا پسندی دکھاو۔ ظالم کے آگے جھکے نہیں۔ دنیا کو ثابت کر کے دکھادیا کہ اصل اور شریعت کے مطابق جہاد تکفیریت اور نفسی خواہشات سے دور ہے۔ یہی امت مسلمہ کی خلاصی اور نجات کا صحیح منہج اور راستہ تھا اور یہی اقوام کی عزت کا سبب بنا۔ یہ وہ صحیح راستہ تھا جس کی وجہ سے جارحیت پسند آج نکلنے پر مجبور ہوئے۔ آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے صحیح مصداق ہیں:

ما ترک قوم الجہاد فی سبیل اللہ الا ذلوا۔

جس قوم نے جہاد چھوڑا وہ ذلیل ہوگئی۔

تم نے جہاد کا راستہ اپنا اور اس نے تمہیں عزت بخشی۔ تم نے ان لوگوں کو مضبوط جواب دے دیا جو کہتے تھے جہاد لوگوں کا خون بہاتا ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ جنگ کا نتیجہ صرف نقصان ہوتا ہے۔ جہاد اور مزاحمت صرف خون بہانا ہے۔ انسانوں کا خاتمہ اور ہلاکت ہے۔ وغیرہ وغیرہ

مگر آج آپ فتح کی تحریر پر دستخط کر کے لوگوں کو یہ ثابت کر کے دکھا رہے ہیں کہ شریعت کی تعلیمات کے مطابق جہاد اور مزاحمت امت کو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ اور یہ وہ صحیح راستہ ہے جس سے اللہ تعالی قوموں کو عزت بخشتا ہے۔ آپ نے اپنے امیر کی قسم پوری کر دی۔ جنہوں نے بیس سال قبل حکمت و درایت سے بھرپور بات کہی تھی کہ بش مجھے شکست کا وعدہ دیتا ہے اور میرا رب مجھے فتح کا وعدہ دیتا ہے۔ دیکھتے ہیں کس کا وعدہ سچا ہے۔ ملا عمر رحمہ اللہ دار فانی سے کوچ کر گئے۔ مگر اللہ جل جلالہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ یہ وعدہ کروڑوں مسلمانوں کے دلوں پر نقش ہوگا۔ یہ جملہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا جائے گا اور آئندہ نسلیں اس سے سبق حاصل کریں گی۔ آج تم اللہ تعالی کے فضل سے کامیاب ہو چکے۔

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فالیفرحوا ھو خیر مما یجمعون

اے طالبان بھائیو!

تم سخت ترین دن گذار چکے ہو۔ تمہارے بچے مارے جا چکے۔ گھر برباد ہو چکے۔ اپنی سرزمین سے نکالے گئے۔ پہاڑوں پر چلے گئے۔ کئی سالوں تک خفیہ رہے۔ اللہ تعالی اپنی جماعت کو کامیاب کرنا چاہتا تھا۔ آج آپ ایک بڑے مرحلے پر کھڑے ہیں۔ آپ نے غزوہ احد کی طرح وقت گذارا۔ آپ نے غزوہ خندق کی طرح محصور راتیں گذاریں۔ آج کا دن تمہیں فتح کا دن یاد دلاتا ہے، مکہ کی فتح کا دن۔

جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں فاتح کے طور پر آئے تو حال یہ تھا کہ مکہ سے

نکالے گئے تھے۔ مگر واپس سرخرو ہو کر مکہ میں داخل ہوئے۔ اللہ تعالی کی نصرت ان پر سایہ فگن تھی۔ اللہ کی مدد پر خوش تھے۔ مگر عاجزی سے اپنا سر مبارک جھکایا ہوا تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے ان پر ظلم کیا وہ جمع ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں کھڑے ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے تم سے کیا سلوک کیا جائے گا؟ سب نے کہا آپ ہمارے رحم دل بھائی ہیں۔ رحمدل شخص کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاو تم آزاد ہو، تم آزاد ہو، تم آزاد ہو۔ صلوۃ اللہ والسلام علی رسول اللہ

انہیں اپنی امت کی تذلیل اچھی نہیں لگی تھی۔ مخلوق کے لیے بھی انہوں نے ایک اچھے عمل کی بنیاد رکھی۔ ظلم کرنے والوں کو بدلے میں خندہ پیشانی دی۔ چالاکی اور چالبازی پر راضی نہ تھے، صاف کہا تم آزاد ہو۔

مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان پر بہت حیران ہوئے۔ ان کی رحمت سے متاثر ہوئے۔ ان کی اقربا پروری سے ششدر رہ گئے۔ لوگوں کو معاف کرنے سے سربلندی اور عاجزی سے عزت ملتی ہے۔ مشرکین جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہوگئے۔ فتح کے بعد لوگ جماعت در جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے۔ آپ کی فتح بھی فتح مکہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ لوگ جماعت در جماعت تمہارے پاس آتے ہیں اور تم سے ملتے ہیں، تمہارے قیدی آزاد ہو رہے ہیں۔

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں طالبان بھائیو!

جس طرح خود کو پہاڑوں جیسے مضبوط عزائم والا ثابت کردکھایا تم نے، لوگوں کو بخشش اور معافی کا سبق بھی دو۔ جن لوگوں نے تم پر ظلم کیا ہے ان پر رحم کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرح عفو سے کام لو۔ تکبر اور خود نمائی سے بہت ڈرو۔ ایسے اعمال تم سے نہ ہونے پائیں۔ خدانخواستہ وہ سب ضائع چلا جائے گا جو پہلے تم نیک کام کر چکے ہو۔ تمہارے فائدے نقصان میں بدل جائیں گے۔ جو لوگ افغان حکومت کا حصہ تھے یا تمہارے مخالفین تھے انہیں معافی دو۔ اپنی صف میں انہیں جگہ دو۔ انہیں اپنے ساتھ ملالو۔ ایک مٹھی ایک جان بن جاو۔ ان سے بھائی چارا اختیار کرو۔ ایسی حکومت بناو جو اللہ کے احکامات جاری کرے۔ لوگوں پر رحم کرو۔ لوگوں کے لیے نبوی، شرعی، دینی، اسلامی رہنمائی کی مثال بن جاو۔ جس میں لوگوں کو بخشش اور امن ملے۔ جس میں لوگ عدل اور انصاف دیکھیں۔

اللہ تعالی طالبان پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالی طالبان کے بچوں پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالی ان کے بچوں کے بچوں پر رحم فرمائے۔ بیشک طالبان نے ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کا درس دیا ہے۔ یہی مشکلات سے بچنے کا راستہ ہے۔ انہوں نے ہمیں درس دیا ہے کہ بندوق کا جواب بندوق سے دو۔

طالبان سے ہم نے اتفاق واتحاد کا درس سیکھا۔ اتحاد نصرت اور فتح کے لیے اہم چیز ہے۔ ہم نے طالبان سے سیکھا کہ دیگر ملکوں کے ساتھ مذاکرات نجات کا راستہ ہے مگر اس طرح کہ بندوق کندھے سے نہ اتاری ہو۔ جھکنے اور غلامی اختیار کرنے میں کوئی عزت نہیں۔ ہم نے طالبان سے سیکھا کہ اپنے ایک متعین ہدف کے لیے عوام کا اتفاق کتنا ضروری ہے۔ ہدف کے حصول کے لیے عوام کا اتفاق واتحاد قائم رکھنے کے لیے کتنی مشقت اٹھائی جاتی ہے۔

طالبان سے ہم نے سیکھا کہ ہدف تک پہنچنے سے قبل لوگوں کی افواہوں، جھوٹ اور پروپیگنڈوں پر کان نہ دھرو۔ یہ سب پیچھے رہ جائے گا اور ہدف کی طرف راستہ نکلے گا۔ یہ کامیابی کے لیے بڑا راز اور بڑا اقدام ہے۔ ہم نے طالبان سے سیکھا کہ ہدف تک پہنچنے کے لیے علماء کرام کی مشاورت، آراء اور ہدایات کی کتنی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ فتح وکامرانی کے لیے کتنا بہترین ذریعہ ہے۔

آخر میں اپنے بھائیوں سے کہنا چاہوں گا۔ کہ صرف بیرونی قوتوں کا انخلاء مسئلے کا حل نہیں۔ ان کے نکلنے سے نئے مراحل کا آغاز ہوگا۔ اور وہ سب سے شدید مرحلہ ہے۔ بیرونی خفیہ حلقے وہاں برروئے کار ہیں۔ منافقت اور فساد کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔ داخلی اختلافات کے لیے وہاں سب کچھ موجود ہے۔ تمہاری صف کے اندر بھی بہت کوشش کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں بخشش اور معافی کی تاکید کر رہا ہوں۔ عفو اور تعاون سے کام لو۔ فرقہ بازی چھوڑ دو۔ اختلاف سے بچو۔ اللہ تعالی کا شکر ادا کرو۔ اس بڑی فتح کو اللہ تعالی سے منسوب کرو۔

اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی تمہیں ہمیشہ اپنے امان میں رکھے۔ اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ تمہیں اسلامی نظام کے سائے میں آرام وسکون کی زندگی عطا فرمائے۔ اللہ تعالی جل جلالہ ہمارے اور آپ کے نیک اعمال قبول فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

بولتا عزم و استقامت شریعت و ارباب شریعت

سید عبد الرزاق

ہمارے ایک بزرگ ہیں۔ وہ جب بھی کسی تقریب میں تشریف لاتے ہیں اور تقریب سے متعلقہ چیزوں کو باغ و بہار دیکھتے ہیں، پھولوں کو گلشن بنتے دیکھتے ہیں تو ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگ تو پھول کی خوشبو سونگھ کر مزے لیتے ہیں-زیادہ سے زیادہ ان کی توجہ پھول کی رنگت، خوبصورتی اور مہک پر ہوتی ہے۔ اس سے پار ان کی فکر نہیں جاتی اور نہ ہی سوچنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس باغ کو آباد کرنے میں کیا کیا محنتیں ہوئیں، کتنا پسینہ بہا، کیا مشکلات آئیں، کن مراحل سے گلشن کے رکھوالوں کو گزرنا پڑا، یہ سب کچھ سوچنے کی چیز ہے اور گلشن سے اصل مزہ تو وہی لے گا جنھیں ان کٹھن مسائل سے واسطہ بھی پڑا ہو۔

آج جبکہ ماہنامہ "شریعت" کا ٹھیک سوواں شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ کو شریعت کی چمک دمک اور اس کا حسن نظر آرہا ہے۔ مضامین کی ترتیب اور معنویت سے آپ لطف لے رہے ہیں-حقائق کی دنیا میں شریعت کے ذریعہ رسائی پا رہے ہیں -آپ اس میں اپنے کام کی چیزوں کو ڈھونڈ رہے ہیں اور اپنے مقصد کو پا کر آپ خوش ہیں۔

لیکن اس سے پرے شریعت کن کھائیوں سے گزر گزر کر آپ کے ہاتھوں پہنچتی ہے؟ زندگی کے کس موڑ پر انہیں کیا خطرات لاحق ہوتے ہیں؟ پر خطر اور اسرار و رموز کی بھرے کس طرح کے نشیب و فراز کا انہیں سامنا ہوا ہے؟

آیئے آج اس پہلو کو بھی سوچتے ہیں! جس وقت دنیا پر امریکی خدائی کا سکہ چھا گیا تھا، بڑے سے لے کر چھوٹے تک، اشرافیہ سے نچلی سطح تک کے لوگوں تک، عوام سے لے کر خواص تک کسی کی مجال نہیں تھی کہ اپنے لبوں کو ان کے خلاف ادنی سی جنبش دیں-امریکا کی مخالفت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا-

دوسری جانب طاقت سے مغرور امریکا اپنے مفادات کے لیے میڈیا کی تمام اقسام کو بروے کار لا رہا تھا۔ جو اپنے ہر طرح کے شیطانی حربوں کو امارتِ اسلامیہ کے خلاف استعمال کر رہا تھا-حقائق کو مسخ کرنے، ظالم کو مظلوم بنانے، آنکھوں کو دجلیات اور تلبیسات سے خیرہ کرنے میں ہر محاذ پر چاق و چوبند تھا-ایسے میں ایک ماہانہ مجلہ شریعت کر بھی کیا سکتا تھا؟ لیکن اولوالعزمی تھی، استقامت تھی-حوصلہ تھا تو اٹھنے کا فیصلہ کر لیا، تمام رکاوٹوں، مخالفتوں اور شیطانی حربوں کے روبرو حقائق کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا-امارتِ اسلامیہ کے کمیشن برائے اطلاعات نے فیصلہ کیا کہ مسلح جدوجہد کے ساتھ فکری محاذ کو بھی سنبھالیں گے، چنانچہ ماہنامہ شریعت کے اجرا پر اتفاق کر لیا گیا-اردو زبان میں اپنا پیغام اور امارت کی بنیادی پالیسی کو عام کرنے کے لیے فورم کی بنیاد رکھی گئی-اپنے محبت کرنے والوں کو صحیح اور سچائی پر مبنی حالات و واقعات پہنچانے کے لیے اقدام اٹھانے کے لیے تیاری شروع ہوئی۔

لیکن اب یہاں مسائل کے انبار لگ گئے-سب سے پہلا اور بنیادی مسئلہ افراد اور رجالِ کار کا تھا، امارتِ اسلامیہ کے عمومی افراد کا تعلق چونکہ پشتو سپیکنگ سے ہے، انہیں میں سے اردو کے شناور درکار تھے، وہ بھی اس درجہ کے کہ جو بیک وقت اردو سے بھی واقف ہوں، پشتو کی مصطلحات کو اردو میں ڈھالنے کا ڈھنگ بھی جانتے ہوں ،افغانستان میں جاری صورتحال کی دقیق معلومات بھی وافر رکھتے ہوں، اردو کے خد و خال اور چال ڈھال پر ایک بڑی حد تک عبور بھی رکھتے ہوں اور ساتھ میں تمام آنے والے خطرات سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ تصحیح اور پروف ریڈنگ کی مہارت بھی رکھتے ہوں۔ امارت کی پالیسی اور منہج کو اردو کا صحیح قالب اور سانچہ بھی عطا کر سکتے ہوں۔ یعنی صحافت کے جملہ معیارات سے لیس ہوں۔

اب ظاہر ہے کہ ایسے افراد کا ملنا تو در کنار ملنے کا تصور بھی ظاہر نظر میں وقت کا ضیاع ہی تھا لیکن:

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ان کو منزل اپنی آسمانوں میں

امارت اس عقابی روح سے سرشار تھی۔ اس لیے محض چند افراد کی موجودگی کو بھی غنیمت سمجھا اور انہیں سے یہ کام شروع کرایا۔ مضامین تیار ہوئے، ترجمہ بھی کسی حد تک ہوا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ میگزین کو مروجہ دیگر میگزینوں سے بہتر نہیں برابری سطح کا تو ہونا چاہیے جبکہ اس حوالہ سے سہولیات اور وسائل کی کوئی تیاری نہیں تھی

لیکن اللہ کی مدد دیکھیے کہ تمام تر محرومیوں کے باوجود شریعت کچھ اس ادا سے منظرِ عام پر آئی کہ کاغذ، ڈیزائننگ اور دیگر بنیادی اشیاء میں مروجہ تمام میگزینوں کی بہ نسبت نہ صرف اعلی معیار کی تھیں بلکہ ان سے کہیں بہتر۔

چونکہ یہاں مقابلہ وقت کے سپر پاور اور فرعونِ وقت سے تھا اس لیے ضروری تھا کہ ہر محاذ پر اپنی بھرپور توانائی کا اظہار کیا جائے، لیکن یہاں مسئلہ یہ تھا کہ امارتِ اسلامیہ بمشکل اپنی جنگی ہتھیاروں، زخمیوں کا علاج اور قیدیوں کی سہولیات کا خرچہ بمشکل پورا کر رہی تھی۔ ایسے میں شریعت کے لیے بیش بہا خرچہ، افراد کا الگ، ڈیزائننگ کا الگ، پرنٹنگ کا الگ، چھاپ کا الگ اور تقسیم کا الگ یہ تصورات سے ماورا بات تھی، لیکن ہمت کے رکھوالوں نے یہاں بھی بلند ہمتی کا مظاہرہ کر کے بخوبی اپنی ذمہ داری نبھائی۔

مشکلات کا سلسلہ یہاں تھما نہیں، چھاپ کا مرحلہ آیا تو نیندیں اڑ گئیں، جب زمین کی سیاہ و سپید کی ملکیت اور قبضہ آپ کے مخالف کے پاس ہو عین اسی وقت آپ اس کے خلاف اتنا بڑا اقدام کرنے جا رہے ہوں عقل اس سے انکاری ہوتی ہے، پر قدرت کی عنایت اور شریعت اور اربابِ شریعت کے دریا شکن حوصلے کو یہاں بھی سرفرازی ہوئی، بجا فرمایا ہے کہ "ہمتِ مرداں مددِ خدا"

ان سارے مراحل سے گزر کر اب جو کام باقی تھا وہ تھا میگزین کی تقسیم اور توزیع کا۔ اس حوالہ سے وہاں کی حالات کے پیشِ نظر صرف تقسیم کی ذمہ داری نہیں تھی، رائے عامہ کی ہمواری، لوگوں کو اس کے پڑھنے کے لیے تیار کرنا۔ ساتھ ہی شریعت کے اہلکاروں کو اس کام میں جو پیش آنا تھا اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جسے کبھی اس جیسے کسی کام سے واسطہ پڑا ہو، آفرین صد آفرین ہو ان جانبازوں کو کہ جنھوں نے خطرات کے تصور سے بالاتر ہو کر اپنی ذمہ داری پہ کام شروع کیا۔ جان جوکھم میں ڈال کر ایک ایک گھر تک اپنا پیغام پہنچایا۔ کسی بھی قسم کے وسائل سے بے نیاز ہو کر اپنی مدد آپ کے تحت ہر ممکنہ پیش آنے والی صورتحال کو مول لیا۔

احباب بتاتے ہیں کہ جتنا خرچہ میگزین کی پرنٹنگ، تیاری، ڈیزائننگ اور چھپائی پر ہوتا تھا اس سے زیادہ خرچہ اسے مقررہ مقامات پر پہنچانے پر ہوتا تھا، مضامین کی تیاری تو ایک کمرے میں بھی ہو سکتی تھی، البتہ انہیں مضامین کو اپنے معزز قارئین تک پہنچانے میں سر پر کفن باندھنا پڑتا تھا۔

شریعت ان تمام مراحل و مسائل سے گزرتا گزرتا اب عینِ شباب پر پہنچ چکا ہے، قارئین جب اسے دیکھتے ہیں تو محض سامنے کی شہ سرخیوں اور رنگینیوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں، اس راہ میں خاردار وادیوں، ناقابلِ عبور چٹانوں اور نہ حل ہونے والے مشکلات پر اس کی نظر نہیں جاتی، جبکہ ایک رخ یہ بھی ہے کہ آپ تک جو حقائق شریعت پہنچا رہا ہے وہ کس پیہم جد وجہد کا ثمرہ ہے؟

اس کے پیچھے کیا قربانیاں ہیں؟ کیا عزیمتیں ہیں؟ کیا سختیاں جھیلنی پڑی ہیں؟ میں جب ان کا تصور کرتا ہوں تو مجھے عربی کا وہ مشہور شعر یاد آتا ہے جسے بعض روایات کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سید الکائنات خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر پڑھا تھا:

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیالی

ترجمہ: مجھ پر وہ مصیبتیں گزری ہیں کہ اگر دنوں پر آتیں تو سیاہ راتیں بن جاتیں.

مزے کی بات یہ ہے کہ پہاڑ جیسے مصائب گزرنے کے باوجود بھی شریعت ننانوے بہاریں گزار کر آیا اور اس وقت اپنے کیریئر کی سنچری مکمل کر کے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کی یہ سنچری اس وقت مکمل ہو رہی ہے جس وقت شریعت مقامی اور عالمی سطح پر اپنا ایک بلند مقام حاصل کر چکا ہے۔ پرنٹ میڈیا کے ساتھ سوشل میڈیا پر سائٹ کو بھی کامیابی سے چلا رہا ہے۔ دنیا کے نامور صحافی اور ادارے شریعت سے اپنی رائے بناتے ہیں۔ شریعت کے مضامین اور اس میں امارت کی بیان کردہ پالیسی کو مبنی بر حقیقت سمجھتے ہیں۔ جہاں اختلاف ہو وہاں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ نکتہ سمجھنے کا ہے کہ کسی چیز سے اختلاف یا اتفاق اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ چیز آپ کی آنکھ کو بھا جائے اور آپ اسے قابلِ اعتنا سمجھیں۔ بلکہ اختلاف اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ اسے اپنا مقابل سمجھیں۔ اب عالمی سطح پر کسی صحافی کا اختلاف یا کسی ادارے، میگزین، اخبار اور جریدے کا شریعت کے مندرجات سے اختلاف یا اتفاق یا اس کے کسی مضمون پر تجزیہ و تبصرہ بجا طور پر یہ معنی دیتا ہے کہ شریعت کے مضامین انہیں کے معیار کے مطابق ہیں یا اس سے بھی بلند ہیں۔ شریعت کی یہ سنچری ایک ایسے وقت میں آپ کا سامنا کر رہی ہے کہ قارئین کی نخلِ تمنا ثمر بار ہو چکی ہے۔

شریعت کی ہر ہر چیز قارئین کے توقعات سے بہت بالاتر ہے۔ شریعت اس وقت ترقی کے اعلی منازل طے کر کے اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہو چکا ہے۔ اس نے اپنے گلشن کو پسینہ کی بجائے خون سے سینچا ہے۔ ایسے موقع پر امارتِ اسلامیہ، کمیشن برائے اطلاعات اور شریعت ادارہ اپنے موجودہ افراد سمیت مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان جانکاہ مراحل میں انہوں نے شدید جانفشانی سے کام کر کے شریعت کو جلا بخشی اور صبر و عزیمت کو کسی موقع پر ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا۔

ہفتہ وار پریس بریفنگ

دنیا کی دیگر ذمہ دار حکومتوں کی طرح امارت اسلامیہ بھی اپنے ملک کے اہم ایشوز پر اپنا ہفتہ وار موقف جاری کرتی ہے۔ چونکہ یہ امارت اسلامیہ کا باقاعدہ سرکاری موقف ہوتا ہے اس لیے اس کی اہمیت کے پیش نظر ماہنامہ شریعت نے فیصلہ کیا ہے کہ ماہانہ بنیادوں پر ان کی اشاعت کی جائے اور قارئین تک پہنچایا جائے۔

روشنی کے دشمن کون ہیں؟

3 مئی 2020

ہفتہ وار تبصرہ

چند روز قبل 26 اپریل کو کابل شہر کے شمال ضلع میر بچہ کوٹ کے مرزا خیل کے علاقوں میں درآمدہ شدہ بجلی کے کھمبوں کو نامعلوم افراد نے بموں سے تباہ کر دیا، جس سے کابل شہر سمیت متعدد صوبوں کی بجلی منقطع ہوگئی اور لاکھوں ہموطنوں کے گھروں میں اندھیرا چھاگیا۔ باوجودیکہ بجلی کے کھمبے رات کے اندھیرے میں گرائے گئے تھے اور ابتدائی حالت میں کسی کے پاس معلومات نہیں تھیں، کہ اندھیرے میں نقاب پوش تخریب کار کون تھے۔ مگر کابل انتظامیہ کے ترجمانوں نے اطلاع پاتے ہی بیک آواز واقعہ کی ذمہ داری امارت اسلامیہ کے مجاہدین پر ڈال دی۔ جس کے ساتھ ہی متعصب میڈیا نے بھی اسی خبر کو ہوا دی۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان جناب ذبیح اللہ مجاہد نے بجلی کے کھمبوں کی تباہی کی مذمت کی اور کہا کہ یہ عمل امارت اسلامیہ کے مجاہدین کا نہیں ہے۔ چند آزاد تجزیہ نگاروں نے پہلے ہی اندازہ لگالیا کہ ممکن ہے یہ عمل اس سرکاری مافیا کی جانب سے انجام دیا گیا ہو، جو شہروں کی مارکیٹوں میں تیل اور گیس کی تجارت پر قابض ہیں۔ تاکہ عوام جنریٹر اور گیس سلنڈر استعمال کرنے پر مجبور ہو جائیں، یہی مافیا ہمیشہ بجلی کے کھمبوں کو گراتے ہیں اور ہموطنوں کو بجلی سے محروم کرتے ہیں۔

واقعہ کے چھ روز بعد 2 مئی کو میڈیا نے رپورٹ شائع کی، کہ میر بچہ کوٹ میں بجلی کے کھمبے تباہ کرنے والے افراد مقامی لوگوں کی تعاون سے گرفتار ہو چکے ہیں۔ جن افراد کی تصویریں میڈیا میں شائع ہوئیں، چہرے اور تمام کوائف سے معلوم ہو رہے ہیں کہ وہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نہیں بلکہ کابل انتظامیہ کے مزدور یا ملیشا فورس ہے۔ اس سے اہل وطن کے سامنے وہ راز فاش ہوگیا، جو کئی روز میڈیا کے پروپیگنڈے کے ڈھول میں چھپا ہوا تھا۔ اب ہر شخص سمجھتا ہے کہ بجلی کے کھمبوں کو گرانا اور لاکھوں ہموطنوں کو روشنی سے محروم کرنا کابل بدعنوان انتظامیہ سے منسلک مافیائی حکام کا عمل ہے، جو ہمیشہ اس طرح اعمال سے اپنے سرمایہ کو بڑھانے اور ہموطنوں کو لوٹنے کا کام انجام دے رہا ہے۔

کابل بدعنوان انتظامیہ کے حکام نہ صرف روشنی کے دشمن ہیں، بلکہ اپنے ناجائز مفادات کے لیے تعلیم اور تعمیر و ترقی سے بھی دشمنی کر رہے ہیں، اس حال میں امارت اسلامیہ نے رسمی طور پر بار بار عوامی منصوبوں اور تاسیسات کی حفاظت کے مؤقف کو ظاہر کیا ہے اور فی الحال امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں متعدد ترقیاتی منصوبے جاری ہیں، کابل انتظامیہ کے حکام عملی میدان میں اعتماد سے محروم ہیں اس لیے پروپیگنڈہ کے حصے میں اس کا توازن برقرار رکھنے کے لیے ہمیشہ ایسی تخریبی حرکتوں کا سہارا لیتے ہیں۔

کبھی اسکول کو تباہ کر کے اور کبھی ہسپتال یا پل کے نیچے بم رکھ کر میڈیا کے ذریعے اس کی ذمہ داری امارت اسلامیہ پر ڈالی جاتی ہے۔ مگر جب بھی اس طرح کے واقعات کی تحقیقات ہو جائیں، تو میر بچہ کوٹ کے واقعے کی طرح ہمیشہ اسکا سراغ کابل انتظامیہ کے اینٹلی جنس تک پہنچ جاتا ہے۔

امارت اسلامیہ ایک بار پھر تمام ہموطنوں اور عالمی برادری کے سامنے اعلان کرتی ہے کہ ہم تعمیر نو، تعلیم، صحت، معاشی ترقی، زراعت اور اہل وطن کے آرام و سکون اور قومی ترقی کے کسی منصوبے کی مخالفت نہیں کرتے ہیں، بلکہ پوری قوت سے اس کی حفاظت اور ترقی کی کوشش کرتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے علاقوں میں بجلی کے کھمبے، اسکول، صحت کے مراکز اور تمام عوامی تنصیبات محفوظ ہیں اور کسی کو اجازت نہیں دی جاتی کہ اپنے ذاتی مفادات کی خاطر قومی انفراسٹرکچر کو نقصان پہنچائے۔

اظہار رائے کی آزادی اور مظاہرین پر فائرنگ

11 مئی 2020

ہفتہ وار تبصرہ

استعمار نے ہماری مظلوم ملت پر ایک عجیب رژیم مسلط کی ہے۔ اس انتظامیہ کو جمہوری حکومت کا نام دیا ہے اور آزادی اظہار رائے اس کے اولین مقاصد میں بتایا جاتا ہے۔ عوام سوچ رہی تھی کہ اظہار رائے کی آزادی کی بدوکت اب اس پر قادر

ہوجائینگے کہ اپنی مظلومیت کی صدا حکام تک پہنچادینگے اور حکام ان کے مسائل تک پہنچ پائینگے۔ مگر عوام کو معلوم نہیں تھا کہ استعمار اظہار رائے کی آزادی کیساتھ ساتھ بیہوشی کی دوا بھی لائے ہیں۔ جس دن عوام کو اظہار رائے کی آزادی دی جاچکی ہے، اسی دن سے حکام نے کانوں میں روئی رکھ لی ہے، اسی لیے اپنا اظہار رائے آزادی کا حق استعمال کرتے ہوئے مطابق جتنی بھی فریاد بھی کریں، احتجاج کریں اور نعرے لگاتے رہیں، حکام تک ان کی آواز نہیں پہنچتی۔ اور نہ انہیں عوامی مسائل کا ادراک ہوتا ہے۔

گذشتہ 18 برسوں میں کوئی ایسی مثال پیش نہیں جاسکتی کہ کسی عوامی احتجاج یا مظاہرے نے مطلوبہ نتیجہ حاصل کرلیا ہو۔ وہ لوگ جن کے حقوق پامال ہوچکے ہیں، سڑکوں پر نکل آتے ہیں، سرکاری اداروں کے سامنے فریاد اور نعرہ بازی کرتے ہیں، احتجاجی خیمے لگاتے ہیں، کئی دنوں تک فریاد کرتے رہتے ہیں، مگر کوئی نہیں ہے، جو ان کی صدا کو سننے اور ان کے درد کا احساس کرے، یہاں تک کہ اپنے احتجاج سے مایوس ہوکر خستہ حالت میں اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔

وسیع پیمانے پر ایسے واقعات کے نتیجے میں آخر کار کابل انتظامیہ کے حکام نے اپنے آپ کو عوام کے ہر قسم کی تنقید سے مستثنی قرار دے دیا ہے۔ ان کی بدعنوانی، ظلم اور غبن کے متعلق جو بھی کہا جاتا ہے، انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ اپنے آپ کو غیر ذمہ دار اور ہر حال میں قابل احترام سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر وہ بازار میں نکل آئیں، تو عوام کو چاہیے کہ ان کے سروں پر چھتری تھان لیں اور اگر بالفرض عوام احتجاج کی صدا بلند کریں، تو حکام خود کو یہ حق حاصل ہے کہ گولیوں سے انہیں جواب دیں۔

گذشتہ چند دنوں میں صوبہ غور اور صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں ایسے واقعات سامنے آچکے ہیں۔ جب ہماری مظلوم قوم سے ظالم اور مغرور حکام نے انتہائی متشددانہ سلوک کیا۔ لوگر میں امداد کے حصول کے دوران اکھٹے ہونے والے غریب افراد جن میں اکثریت بوڑھوں اور خواتین کی تھیں، حکام کی جانب سے مارپیٹ کی حد تک ان کی تحقیر اور توہین کی گئی۔

صوبہ غور کے مرکز میں عوام نے ایک بیرونی فلاحی ادارے کے امداد کے منصفانہ تقسیم کی خاطر احتجاج کیا تھا، جن پر حکام نے بے دریغ فائرنگ کی، جس میں 20 سے زائد شہری جان بحق اور زخمی ہوئے۔ اس صورتحال سے معلوم ہورہا ہے کہ اب بیان کی وہ جھوٹی آزادی بھی باقی نہ رہی، جب لوگ فریاد کرتے اور حکام بے حسی کے نیند میں ڈوبے رہتے۔ اب جمہوریت کا جبر اس مقام تک پہنچا ہے کہ عوام کو صرف فریاد اور صدا بلند کرنے کا حق بھی نہیں دیا جاتا اور اگر کوئی احتجاج کرے، تو انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

ظالم حکام کے ان وحشناک اعمال کی امارت اسلامیہ شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے اور اپنی معزز ملت کے خلاف اسے عظیم تر جرم سمجھتی ہے۔ ہم اہل وطن کو یاد دلاتے ہیں کہ یہی بیان کی جھوٹی آزادی کا حقیقی چہرہ ہے۔ احتجاج اور بیان کی وہ آزادی جو ملت کے درد کو آرام نہ دے، وہ جرم سے بدتر اور قابل مذمت ہے۔

کابل انتظامیہ جنگ جاری رکھنے کے بہانے کی جستجو میں

18 مئی 2020

ہفتہ وار تبصرہ

گذشتہ ہفتہ کابل اور ننگرہار میں جو دلخراش جرائم رونما ہوئے، تو عالمی برادری اور اہل وطن نے دیکھ لیا کہ وہ جرائم کس نے انجام دیے؟ ذمہ داری کس نے قبول کی اور اس کے رد عمل میں کابل انتظامیہ نے کس طرح حقیقی مجرموں کو برائت دی اور بلا کسی وجہ صرف امن عمل کو سبوتاژ کرنے کی خاطر امارت اسلامیہ کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔

افغان ملت اور عالمی برادری اس صورت حال کے گواہ ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ کابل انتظامیہ کتنی بے شرمی سے جنگ جاری رکھنے کے لیے بہانے ڈھونڈرہی ہے، تاکہ بلاجواز غیر معقول وجوہات کی بناء پر صلح کے شروع ہونیوالے عمل کو رکاوٹ اور تاخیر کا شکار کرسکیں۔

افغان عوام کو یہ یاد رکھنا چاہیے، تاکہ مستقبل میں مجرم اور غیر مجرم کی پہچان ہو۔ ملت اور تاریخ کو یاد رکھنا چاہیے کہ گذشتہ ہفتہ کابل اور ننگرہار میں جرائم اس داعش کی جانب سے انجام ہوئے، جس کے تعلقات کابل انتظامیہ کے خفیہ ادارے کیساتھ ہیں، مگر اس کے برعکس شواہد وغیرہ کے بغیر الزام امارت اسلامیہ پر لگاکر صدارتی محل کے حکام نے رسمی طور پر جنگ بھڑکانے کا اعلان کیا۔

صدارتی محل کے حکام امن عمل کے نفاذ میں مسلسل تاخیر اور تعطل سے کام لے رہے ہیں۔ قیدیوں کی رہائی کے عمل کو آگے بڑھانے سے روکا جارہا ہے اور اس کی راہ میں لگاتار رکاوٹیں کھڑی کی جارہی ہیں۔ ان کے پاس صلح کے حوالے سے واضح منصوبہ ہے اور نہ ہی بات کرنے کے لیے اچھے افراد، کبھی ریڈ لائن کے اعلان سے امن کے خلاف رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں اور کبھی دیگر بہانے تراشے جاتے ہیں۔ مگر جب انہیں جنگ جاری رکھنے کا بہانہ مل جائے، پھر ایک دن میں فوجی منصوبہ بندی کے تمام مراحل بھی طے ہوجاتے ہیں اور ایک غیر معقول بہانے کی بنیاد پر جنگ کا اعلان بھی کردیا جاتا ہے۔

جنگ کے اعلان میں جلد بازی اور امن کے قیام میں ہچکچاہٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ افغان ملت کے قتل عام، بمباریوں، تشدد، ہراسانی اور قومی دولت لوٹنے کے عادی غلام اپنی بقاء جنگ ہی میں دیکھ رہے ہیں۔ وہ اسی صورت حال کو بدستور جاری

رکھنا چاہتے ہیں، تاکہ اپنے بیرونی آقاؤں سے رقم، اسلحہ اور دیگر فوجی ساز و سامان حاصل کریں اور اس مظلوم قوم پر انہیں آزماتے رہیں۔ اپنی ملت کا قتل عام کر کے جنرل اور مارشل کے تمغے حاصل کریں۔ اپنا سرمایہ بڑھائیں اور غلامی کی مزدوری سے عیاشیاں کریں۔

اگر انہوں نے یہ سوچا ہے کہ جنگ ان کی بقاء اور فتح کی ضمانت دیگی، تو انہیں سمجھنا چاہیے، اس ملک میں استعمار کے کٹھ پتلیوں کو کبھی بقاء نہیں ملی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان ملت کی امن پسند دعوت کو قبول کریں اور جنگ پر اصرار کرنے سے گریز کریں۔

امارت اسلامیہ، جس نے ہمیشہ پر امن حل کی حمایت کی ہے اور اس راہ میں امریکی غاصبوں کیساتھ مذاکرات کر کے ذمہ دارانہ اقدامات اٹھائے ہیں۔ کابل انتظامیہ کے لیے بھی اس کا یہی پیغام ہے کہ اعلان جنگ کی بجائے امن کی منتخب شدہ پالیسی پر عملدرآمد کریں۔ اگر کابل انتظامیہ جنگ پر اصرار کر رہی ہے، تو امارت اسلامیہ کو فوجی شعبے میں بھی مکمل آمادگی ہے اور اللہ تعالی کی نصرت سے دشمن کو ہر میدان میں عبرتناک سبق سکھائے گی۔ ان شاءاللہ

معاہدے پر عمل درآمد سب کے مفاد میں ہے

30 مئی 2020

ہفتہ وار تبصرہ

چند روز قبل عید سعید الفطر کی مناسبت سے امارت اسلامیہ کے زعیم امیر المؤمنین شیخ ہبۃاللہ اخوندزادہ صاحب کا پیغام شائع ہوا۔ پیغام میں افغانستان کے جاری جہاد کے متعلق مختلف موضوعات پر امارت اسلامیہ کا سرکاری مؤقف اچھی طرح واضح کیا گیا۔ ہر سال عیدین کے دوران شائع ہونے والے امیر المؤمنین کے پیغامات کو میڈیا کے علاوہ عوامی سطح پر بھی بہت اہتمام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ملک بھر میں شہروں، گاؤں، مساجد، تعلیمی اداروں اور عوامی اجتماعات میں وسیع پیمانے پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

اس پیغام میں امارت اسلامیہ کے مختلف سیاسی، فوجی اور سماجی امور پر سرکاری مؤقف کا اظہار کیا گیا ہے۔ لیکن سب سے اہم بات اس پیغام میں افغانستان کی موجودہ بحرانی حالت کے خاتمہ کے حوالے سے امیر المؤمنین کا جامع منصوبہ تھا، تاکہ اس میں شامل فریقین اس کے حل تک پہنچ سکیں۔

امیر المؤمنین کے پیغام کا متن:

" ریاستہائے متحدہ امریکا کیساتھ تاریخی معاہدے پر دستخط اور اس کے نتیجے میں جارحیت کا خاتمہ امارت اسلامیہ اور تمام افغان ملت کے لیے ایک عظیم کامیابی سمجھی جاتی ہے اور اگر اس پر نیک نیتی سے عمل درآمد کیا جائے تو یہ تمام فریقوں کے مفاد میں ہے۔ امریکا کیساتھ جس معاہدے پر دستخط ہوچکے ہیں امارت اسلامیہ اس معاہدے کی پوری پاسداری کو لازمی سمجھتی ہے اور اس کی پوری طرح پابند ہے۔ مخالف فریق سے مطالبہ کرتی ہے کہ اپنے وعدوں پر مستحکم رہے اور اس عظیم تاریخی موقع کو ضائع ہونے سے بچائے۔ مذکورہ معاہدے پر عمل درآمد ہمارے ملک اور امریکا کے لیے جنگ کے خاتمہ، ملک میں داخلی امن کے قیام اور اسلامی نظام کے نفاذ کا بہترین ذریعہ بن سکتی ہے۔

امریکی حکام سے کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں کسی بھی طبقے کو اس بات کی اجازت نہیں دینی چاہیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اور جسے عالمی سطح پر تسلیم کرلیا گیا ہے، اس معاہدے پر عمل درآمد میں رکاوٹ بنیں، اس میں تاخیری حربے ڈالیں اور آخر کار اسے ناکامی سے دوچار کریں۔ اس معاہدے میں سب کچھ واضح طور پر لکھا چکا ہے۔ یہ معاہدہ افغان اور امریکہ دونوں اقوام کے مفادات کے تحفظ اور مسائل کے حل کے لیے ایک بہترین فریم ورک مہیا کرتا ہے، جس پر مکمل طور پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ آیئے اس معاہدے کے نفاذ میں آگے بڑھیں، تاکہ تمہاری افواج کے انخلا اور افغانستان و خطے میں امن اور استحکام کے لیے راہ ہموار ہوجائے ''۔

اگر امارت اسلامیہ کے زعیم عالی قدر امیر المؤمنین کے پیغام کے اس پیراگراف پر غور کریں، تو بات واضح ہے کہ بحران کے خاتمہ کا سب سے مناسب، منصفانہ اور منطقی راہ حل اس میں مضمر ہے۔ ایسی راہ جس پر عمل درآمد کرنے سے کسی فریق کو بھی نقصان نہیں پہنچے گا، بلکہ نفع حاصل کرلے گا۔

امارت اسلامیہ دوحہ معاہدہ کو افغان تنازعہ کے حل کی کنجی سمجھتی ہے، لہذا اسی معاہدے کے لیے پرعزم اور پابند رہی ہے، امید ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکا کے حکام بھی اس سمجھوتے کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر قائم رہیں گے اور تمام معاملات کو مقررہ مدت کے ساتھ مرحلہ وار عملی طور پر نافذ کرسکیں۔

عید کے ایام میں جنگ بندی کے اعلان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مسائل کے پرامن حل کی راہ میں امارت اسلامیہ کی نیت پاک ہے اور تشدد میں اضافہ نہیں چاہتی۔ امید ہے کہ مخالف فریق بھی مسائل کے حل کے متعلق اپنی ذمہ داری ادا اور اس راہ میں موجود رکاوٹوں کو عبور کریں۔

تعلیمی اداروں میں تعلیمی سلسلوں کے آغاز سے متعلق ہائر ایجوکیشن کمیشن کا اعلامیہ

دینی مدارس کا تعلیمی سال معمول کے مطابق شوال المکرام میں شروع ہوتا ہے اور عصری تعلیمی اداروں میں پہلے سے اس کا آغاز ہوچکا ہے۔ مگر موجودہ حالات میں کرونا کی عالمی وبا کے باعث تعلیمی اداروں کی حالت بھی نامعلوم صورتحال سے دوچار ہے۔ امارت اسلامیہ کے تعلیم وتربیت وہائرایجوکیشن کمیشن کی جانب سے چندروز قبل تعلیمی سال کے آغاز کے حوالے سے صحت کمیشن سے افہام وتفہیم ومشاورت کے بعد ایک اعلامیہ نشر کیا گیا تھا کہ طلبہ اپنے داخلے کرلیں۔ تعلیمی ادارے اپنے اساتذہ کو حاضر کریں۔ تعلیمی سلسلے کے باقاعدہ آغاز کے متعلق حالات کو دیکھتے ہوئے مزید ہدایات جاری کی جائیں گی۔ اس کا انتظار کریں۔

تعلیم وتربیت وہائرایجوکیشن کمیشن موجودہ حالات، ضروریات اور تعلیمی اداروں کی ذمہ داریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے 18 شوال 1441ھ کو ہونے والے اجلاس اور امارت اسلامیہ کی قیادت کی ہدایات کے مطابق دینی مدارس کے تعلیمی سلسلے کے آغاز کے متعلق درجہ ذیل سفارشات کا اعلان کرتا ہے:

چونکہ ایک جانب تعلیمی اداروں کے علاوہ دیگر اجتماعات جیسے بازاروں، ٹرانسپورٹ اور دیگر عوامی رش کے مقامات سے پابندیاں ہٹالی گئی ہیں صرف تعلیمی اداروں پر پابندیاں تاحال باقی ہیں، دوسری جانب تعلیمی اداروں کی بندش سے طلبہ کی تعلیم متاثر ہورہی ہے۔ جس سے ایک تو ان کا وقت ضائع ہورہا ہے اور دوسری طرف ان کی علمی واخلاقی سطح کمزور ہوگی۔ اس لیے تعلیم وتربیت وہائرایجوکیشن کمیشن ان اداروں میں تعلیمی سلسلے کے آغاز کے اعلان کے ساتھ درجہ ذیل سفارشات پیش کرتا ہے۔

۱ — تعلیمی ادارے معمول کے مطابق شوال المکرم کے مہینے کے آخر تک اپنے تعلیمی سال کا آغاز کریں۔

۲ — تعلیمی اداروں میں طلبہ روزانہ کی بنیاد پر قرآن کریم کی تلاوت اور مسنون اذکار اور دعاوں کا ورد معمول بنائیں۔ اللہ تعالی سے عجزو شرمندگی کے ساتھ دعائیں مانگیں تاکہ یہ عام آفت اور بیماری تمام مسلمانوں سے ہٹ جائے۔

۳ — ادارے کا ماحول صاف رکھیں۔ حجروں اور اقامت گاہوں کی صفائی کا اہتمام کریں۔ طلبہ خود اپنے کپڑوں وغیرہ کی نظافت وصفائی کا خاص اہتمام کریں۔

۴ — مسواک کا اہتمام کروانے کے لیے طلبہ کو متوجہ کریں۔

۵ — طلبہ کو ہر وقت صابن سے ہاتھ دھونے کی تاکید کریں۔

۶ — طلبہ کو آپس میں زیادہ میل جول رکھنے اور بازاروں اور عوامی رش کے مقامات پر جانے سے بچنے کی تاکید کریں۔

۷ — ممکن ہو تو حجروں میں طلبہ کی تعداد محدود رکھیں۔

۸ — درس گاہ میں درس کے دوران مناسب فاصلہ رکھا جائے۔

۷ — اگر خدانخواستہ کسی طالب علم پر اس بیماری کے آثار ظاہر ہوں تو فوراً قریبی صحت کے مرکز سے رابطہ کریں۔ جب تک صحت کا اطمینان حاصل نہ ہو اسے قرنطین رکھا جائے۔

اسی طرح مزید: جیسے حجروں میں سپرے، وائرس مخالف مائعات کا ادارے کے عمومی دروازے پر استعمال، ماسک کا استعمال، ٹھنڈے مشروبات سے احتراز، ایک دوسرے کی اشیاء کے استعمال سے احتراز وغیرہ ایسے احتیاطی تدابیر کا ممکنہ حد تک خیال رکھا جائے۔

درجہ بالا تدابیر کا خیال رکھتے ہوئے اپنے وسائل اور امکانات کے مطابق تعلیمی پروگراموں کے حوالے سے کمربستہ ہوجائیں۔

والسلام

کمیشن برائے تعلیم وتربیت وہائرایجوکیشن۔ امارت اسلامیہ افغانستان

۱۴۴۱/۱۰/۲۳ھ۔ق

۱۳۹۹/۳/۲۵ھ۔ش۔ 14/6/2020م

مشکل دور کا مسیحا

عنایت اللہ خاموش

آج سے چار سال قبل ماہ مئی میں افغانستان کی آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تن من کی بازی لگانے والا ایک چراغ گل ہوا۔ چار سال قبل امارت اسلامیہ کے دوسرے عملی اور روحانی رہنما ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے اور امارت اسلامیہ ان کی سیاسی، عسکری اور فکری رہنمائی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوئی۔ یہ دن افغانستان کے مظلوم عوام اور مجاہدین کے لیے ناقابل برداشت تھا کیوں کہ ان کے ایک اہم رہنما نے ہمیشہ کے لیے اس دنیائے فانی سے رخت سفر باندھا۔ لیکن الحمد للہ جانے سے پہلے وہ اپنے ساتھیوں کے لیے ایسے کارنامے اور اصول وضع کر گئے جو امارت اسلامیہ کی تاریخ میں ہمیشہ ان کے نام سے یاد رکھی جائیں گی۔

شہید منصور صاحب رحمہ اللہ امارت اسلامیہ کے وہ رہنما تھے جنہوں نے اپنے عسکری اور سیاسی ذکاوت اور دور اندیشی کے ذریعے پورے چھ سال امارت اسلامیہ کی زعامت کی اور ایسے ادارے، کمیشنز اور سیاسی اور عسکری فریم ورک بنایا جس کی مدد سے ملک کے ہر علاقے میں اور ہر قبیلے کے افراد نے امارت اسلامیہ کے صفوف کے اندر خود کو موجود پایا۔ داخلی مخالفین سمیت دنیا کی اکثریت کو اس بات پر قائل کیا۔ غیر ملکی جارحیت پسندوں کے خلاف ان کی جدوجہد برحق ہے۔ اور وہ کفار کے خلاف اپنے اس جہادی جدوجہد کو اپنے خون سے پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

شہید منصور صاحب حفظہ اللہ کے جتنے بھی کارنامے بیان کیے جائیں پھر بھی ان کی عظیم شخصیت کا حق ادا نہیں ہوگا۔ کیوں کہ منصور صاحب امارت اسلامیہ کے وہ رہنما تھے جنہوں نے امارت اسلامیہ کو بڑے کٹھن حالات میں عروج کی منزلوں پر پہنچایا۔ کیوں کہ جب 2010ء میں امیر المومنین کی جانب سے انہیں اپنا نائب اور امارت اسلامیہ کے تمام عملی امور انجام دینے کی ذمہ داری سونپی گئی، اس وقت افغانستان اور خاص طور پر امارت اسلامیہ سخت ترین سیاسی اور عسکری دباو سمیت میڈیا کے شدید پروپیگنڈے کی زد میں تھی۔ امارت اسلامیہ کے خاتمے کے لیے وسیع پیمانے پر میڈیا کے وسائل سمیت جدید ہتھیار اور تازہ عملہ بھی افغانستان میں اتارا گیا تھا۔ امریکا اور اس کے کٹھ پتلیوں نے تمام ممکنہ طریقے بروئے کار لاتے ہوئے امارت اسلامیہ کو کمزور، تقسیم اور شکست دینے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن شہید منصور تقبلہ اللہ کی ذکاوت اور حالات کے صحیح ادراک کی برکت سے کفار کے تمام منصوبے ناکام ہوئے۔

اسی طرح جب امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد امارت اسلامیہ میں ان کو امیر المومنین کے طور پر منتخب کیا گیا اور تمام مجاہدین نے ان کی بیعت کی اس وقت نئے اور کٹھن امتحان کا آغاز ہوا۔ ایک جانب امارت اسلامیہ کے اندر کچھ منصب کی خواہش رکھنے والے افراد نے مخالفت شروع کی۔ داعش کے فتنے کا ظہور ہوا جبکہ دوسری جانب غیر ملکی جارحیت پسندوں نے اپنی عسکری اور پروپیگنڈے کی جنگ میں مزید تیز کردی۔ افغانستان میں نئے اور تازہ دم فوج اتارنے کے ساتھ ملک کے اندر بھی کئی مسلح گروہوں کی پشت پناہی کرتے ہوئے جنگ کی آگ کو مزید بھڑکایا اور ہر محاذ پر امارت اسلامیہ کے خلاف جدوجہد شروع کی۔ یہاں پر بھی امارت اسلامیہ کے زعیم شہید سعید منصور صاحب نے دشمن پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ وہ اپنے تمام منصوبے بھول گئے اور اپنے دفاع کے بارے میں سوچنے لگے۔ انہی حالات میں شہید منصور صاحب نے امریکی عوام کے نام ایک پیغام بھیجا جس میں امریکی عوام کو باور کرایا گیا کہ افغانستان پر جارحیت کرنے والی آپ کی فوج ظالم اور قاتل ہے۔ انہوں نے ہمارے ملک کی آزادی سلب کی ہے، ہمارے ملک پر جارحیت کی ہے۔ اس بات سے امریکی عوام کو مجبور کیا کہ وہ اپنی حکومت پر دباو ڈالے کہ افغانستان سے اپنی افواج جلد نکال لے۔

شہید منصور صاحب کے بارے میں جتنا لکھا جائے وہ کم ہے۔ انہوں نے جتنی خدمات انجام دی ہیں وہ محض ایک تحریر میں سمیٹنا ممکن نہیں۔ ان کی شخصیت اور زندگی بے شمار کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ امارت اسلامی کے ثقافتی کمیشن کو چاہیے کہ ان کے قریبی ساتھیوں سے رابطہ کر کے ان کی زندگی کے تمام پہلووں پر محققانہ جدوجہد سے ایک کتاب لکھی جائے۔ تاکہ ہماری آئندہ نسلیں ان کی سیاسی، عسکری اور فکری تربیت کے کارناموں سے استفادہ کر سکیں۔ کیوں کہ امارت اسلامیہ پر یہ شہید منصور صاحب تقبلہ للہ کا حق ہے۔ امارت اسلامیہ کے تمام ارکان کو چاہیے کہ اپنے تمام امور میں ان کی زندگی اور کارناموں کو سامنے رکھ کر اپنا لائحہ عمل طے کریں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ شہید ملا اختر محمد منصور تقبلہ اللہ سمیت امارت اسلامیہ اور تمام امت مسلمہ کے شہداء کی قربانیاں اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ جس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے خون کے نذرانے پیش کیے اللہ اس مقصد تک ان کے پیروکاروں کو پہنچنے میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

اسلامی نظام پر بات کیوں نہیں ہوگی

سید عبد الرزاق

انیتس فروری ۲۰۲۰ کو امریکا اور امارتِ اسلامیہ کے درمیان امن معاہدہ دستخط ہوا۔ امن معاہدہ میں امارتِ اسلامیہ کے پانچ ہزار قیدیوں کی رہائی، دس دنوں میں بین الافغانی مذاکرات شروع کرنے کی بات بڑی وضاحت کے ساتھ موجود تھی۔ کابل انتظامیہ قیدیوں کی رہائی میں بلاوجہ تاخیر سے کام لے رہی تھی۔ جو کام دس دنوں میں ہونا تھا وہ چار مہینوں تک معلق پڑا ہوا ہے۔ عید الفطر تک تین مہینے سے کچھ اوپر کا عرصہ گزرا، لیکن بمشکل ۱۰۰۰ قیدی رہا ہوئے، عید کے موقع پر لمبے تعطل کے بعد ایک دفعہ پھر رہائی کے سلسلہ میں تیزی آئی اور رہا ہونے والے قیدیوں کی تعداد تقریبا ۲۳۰۰ تک پہنچ گئی۔ سلسلہ جاری ہونے کے ساتھ بین الافغانی مذاکرات کی کرنیں بھی کچھ کچھ نمودار ہوئیں کیوں کہ وہ اسی پر منحصر تھیں۔ ساتھ ہی کابل انتظامیہ کے کئی عہدیداروں نے یہ اعلان بھی کیا کہ ہماری مذاکراتی ٹیم تیار ہے۔

اس موقع پر میڈیا اور دیگر بعض حلقوں میں یہ بحث چھڑ گئی کہ بین الافغانی مذاکرات کے سلسلہ میں کس چیز پر بحث ہوگی؟

دانشوروں کی ایک پارٹی نے اپنے طور پر از خود فیصلہ کیا کہ پہلے جزئیات سے ہٹ کر اصول پر بات ہوگی اور اصول میں سب سے پہلے نظامِ حکومت آتی ہے۔

اب ظاہر ہے نظامِ حکومت یا تو اسلامی ہوگا اور یا پھر دیگر رائج الوقت نظاموں سے کوئی اور۔ تجزیہ کار اپنی اپنی رائے میں آزادانہ روش اپناتے رہے، کوئی کہہ رہا تھا کہ طالبان اپنے موقف میں نرمی لائیں گے اور جمہوری طرزِ حکومت کو قبول کر لیں گے، جبکہ دیگر بعض کا خیال تھا کہ کابل انتظامیہ اور افغانستان میں دیگر سیاسی حلقے طالبان کی منشا کے مطابق اسلامی نظام پر آئیں گے۔ اس کے ساتھ ایک تیسرا فریق یہ پیشگوئی کر رہا تھا کہ نہ تو سو فیصد اسلامی نظام ہوگا اور نہ ہی مکمل جمہوری نظام، کچھ ادھر اور کچھ اُدھر سے انتخاب کر کے ایک مخلوط نظام بنایا جائے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لو کچھ دو کی پالیسی اپنائی جائے گی۔ طالبان بھی اپنے موقف میں ایک گونہ لچک دکھائیں گے اور فریق مخالف بھی کافی نرمی اپنائے گا۔

ان گرما گرم بحثوں کے دوران ہی امارتِ اسلامیہ کے قطر دفتر کے ترجمان محمد سہیل شاہین نے اپنی ایک انٹرویو میں اعلان کیا کہ اسلامی نظام پر بات ہو ہی نہیں سکی۔ اس اعلان نے جہاں میڈیا پر آنے والے چہروں کے اندازے غلط ثابت کیے، جہاں ارباب سیاست کے لیے تشویش ناک صورت حال کی گھنٹی بجائی، وہیں ایک بہت بڑا سوال یہ جنم دیا کہ آخر مذاکرات کا تو مطلب ہی افہام اور تفہیم سے معاملہ سنجی ہے۔ اس معاملہ سنجی میں جہاں جزئیات پر بحث ہوتی ہے وہاں کلیات اور اصول بھی زیرِ بحث لائے جاتے ہیں، پھر اسلامی نظام پر بحث کیوں نہیں ہو سکتی؟

اس سوال کا جواب بہت ہی سادہ اور آسان سا ہے۔ اقوام متحدہ کے دستور کے مطابق دنیا بھر میں ہر انسان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزادی ہے۔ اپنے مذہب کے مطابق رہن، سہن، چلنا پھرنا اور زندگی کے تمام گوشوں کو ڈھالنا ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اب دیکھا جائے تو افغانستان کی ۹۹ فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ جو بذاتِ خود اسلامی نظام کا متقاضی ہے۔ ساتھ یہ بات بھی بہت اہمیت رکھتی ہے کہ جب سے اس خطے کو اسلام سے بندھن ہوا ہے یہاں اسلامی نظام کی حاکمیت رہی ہے۔ کم وبیش چودہ سو سالوں میں یہاں کے باشندگان نے کبھی کسی دوسرے نظام پر اپنی آمادگی دکھائی ہے اور نہ کسی فورم پر مطالبہ کیا ہے۔

ایسے میں اب ان پر کسی دوسرے نظام کو لاگو کرنا ان کے انسانی، طبعی اور فطری حق کو ضائع کرنے کے مترادف ہوگا۔

اسلامی نظام کے مقابلہ میں دوسرا متبادل نظام جمہوریت ہے۔ اس نظام کی ناکامی، نااہلی اور آزادی کی فراہمی میں پسپائی متعدد بار ثابت ہو چکی ہے۔ ترکی میں

عدنان میندریس سے لے کر موجودہ صدر طیب اردگان پر ڈکٹیٹرز کی شب خون کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ مصر میں اخوان المسلمین کی کامیابی کچھ اس انداز سے آئی تھی جس کی مثال خود جمہوریت کے بانی ملکوں یورپ اور امریکا میں نہیں ملتی، لیکن بزورِ طاقت ان کی کامیابی کو یکسر مسترد کرتے ہوئے صرف گیارہ مہینے کے بعد حکومت کا تختہ الٹادیا گیا۔ ڈکٹیٹر شپ کی ریکارڈ تاریخ رقم کردی گئی، جو عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آئے تھے ایک ایک کر کے جیلوں کی نذر کر دیئے گئے۔ احتجاج کا حق چھین لیا گیا، جو احتجاج کرتا جیل یا پھر پھانسی اس کا انتظار کر رہی ہوتی۔ اخوان المسلمین جو عوام کی نمائندہ سب سے بڑی جماعت تھی، زور زبردستی اقلیت بل کہ کالعدم کر دی گئی۔ رہنماؤں کے جنازے جیل سے اٹھادیئے گئے، عوام کی حقِ خودارادیت کو کھلواڑ بنایا گیا۔

مصر، ترکی اور الجزائر کی کیا بات کریں؟ خود افغانستان میں جمہوریت کے نام پر گزشتہ دو عشروں سے جو ہولی کھیلی گئی، اس سب کی تفصیل سے قطع نظر صرف گزشتہ سال کے ڈھونگ اور نام نہاد انتخابات پر نظر دوڑایئے۔ چونتیس ملین لوگوں میں سے خود ان کے اعداد و شمار کے مطابق محض بیس لاکھ کے لگ بھگ افراد نے شرکت کی ہے۔ یہ بیس لاکھ کی تعداد واقعی ہے یا نہیں؟ اس کو بھی صرفِ نظر رکھیے، یہ دیکھیے کہ جہاں دس فیصد ووٹ نہیں ملے ہیں وہ بھی عوام کی نمائندگی کا دعوی کر رہے ہیں اور بڑے فخر سے کر رہے ہیں۔ انتخابات میں دھاندلی، دھونس دھمکی، زور زبردستی اور ہر طرح کے حربے آزمانے کے باوجود اتنی شدید قلت کا اس نظام میں شرکت کیا معنی دیتا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس نظام سے عوام اور قوم کو شدید بیزاری ہے اور کسی طرح وہ اس پر راضی نہیں ہیں۔

اسلامی نظام کے متبادل کے طور پر جو جمہوریت پیش کی گئی ہے اس میں حقیقت سے زیادہ دکھاوا پایا جاتا ہے۔ دنیا میں جمہوریت کا سب سے بڑا ملک بھارت اس کی زندہ مثال ہے، جہاں اقلیتوں کو غلاموں سے بھی بدتر سمجھا جاتا ہے۔ امریکہ کو ہی دیکھ لیجیے ایک جائز احتجاج پر اپنے عوام کے خلاف فوج کو کاروائی کا حکم دیا گیا ہے۔ برما میں اسی نظام کے سایہ میں ہزاروں معصوموں کا خون بہایا جاتا ہے اور لاکھوں کو بے گھر کر دیا جاتا ہے۔ یورپ جو اس نظام کا بانی ہے، اور جس کی تہذیب و تمدن کا ڈنکا چہار سو عام ہے وہاں حقوق کی کیا درگت بنی ہے؟

اسلامی نظام پر جس تنگ نظری کا الزام ہے اس کا موازنہ اس بات سے کیجیے کہ اسلام نے حقوق کے بارے میں جو معیار قائم کیا ہے اس کی مثال جمہوریت تو کیا پیش کر سکے گی اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتی۔ اظہار رائے کی آزادی کے حقوق میں اسلامی نظام کے اندر ایک بہت ہی نچلی سطح کا فرد امیر المؤمنین کو ٹوک سکتا ہے اور اس طرح کی مثالوں سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے، جبکہ اسی جمہوری نظام میں ہر جگہ میڈیا اور دیگر افراد و ادارے شدید سنسر شپ کے شکار ہیں۔ عورتوں کے حقوق سلب کرنے کا الزام بھی اسلامی نظام پر لگایا گیا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظام میں کہیں بھی عورت کو کسی بھی ذمہ داری کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے جبکہ اسی جمہوری نظام میں عورت اپنی کفالت پر مجبور ہے۔ جس کا نتیجہ دنیا یہ دیکھ رہی ہے کہ عورت ذات اپنی کمائی کے لیے گھٹیا سے گھٹیا طریقے اختیار کرنے پر اتر آئی ہے، اپنی عزت و ناموس کا سودا کرنے پر تیار ہوگئی ہے۔ آزادی کا خوبصورت اور حسین لیبل لگا کر جس برے طریقہ سے آزادی کا قتل جمہوری نظام میں کیا گیا ہے اس میں تو اسلامی نظام کی چودہ سو سالہ تاریخ کا کوئی گوشہ اس سے ادنی ترین مماثلت نہیں رکھتا۔

اب جو نظام اپنی ذات اور صفات میں نہایت اعلی معیار کا ہو اور اس کے مقابلہ میں جو نظام ہے وہ کمیوں کوتاہیوں کا مجموعہ ہو، البتہ اس میں جو خوبی ہو وہ پہلے نظام سے اٹھائی گئی ہو، ساتھ ہی جس ملک پر اسے نافذ کرنے کی بات ہو رہی ہو وہ اس سے شدید بیزاری کا اظہار کر چکے ہوں اور اپنی بیزاری جان و مال کی قربانی سے ثابت کر چکی ہو، ایسے میں اس اعلی معیار کے نظام سے ہٹ کر کسی دوسرے نظام پر بات کیونکر ہو سکتی ہے؟

محمد سہیل شاہین کی بات جہاں حقائق سے ہم آہنگ ہے وہیں عقل سے بھی سو فیصد موافقت رکھتی ہے اور وہیں افغان ملت کی امنگوں سے مطابقت بھی رکھتی ہے۔ افغان عوام صرف اور صرف اسلامی نظام چاہتے ہیں۔ اسی سے ان کی زندگی ہے اسی پر ان کی بقا ہے اور اسی پر وہ مرنا چاہتے ہیں، بلکہ مرمٹے ہیں۔

جنگی جرائم مئی 2020

سید سعید

2 مئی 2020 کو صوبہ بلخ کے ضلع چمتال کے گاؤں میر قاسم میں سرکاری فوجیوں کے ہاتھوں ایک باپ اور دو بیٹے شہید ہوگئے۔

2 مئی کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے حیدر آباد کے علاقے میں افغان فورسز کی بمباری میں ایک بچہ شہید اور ایک زخمی ہوگیا۔

3 مئی کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے نودرہ اور بوری کے علاقوں میں داخلی فورسز کی فائرنگ سے 4 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔

4 مئی کو صوبہ فاریاب ضلع قیصار کے علاقے ینگی میں پولیس اہل کاروں نے ایک نوجوان کو شہید کردیا۔

4 مئی کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے لوی ماندہ اور بابا جی باوڑی کے علاقوں میں افغان فورسز نے متعدد شہریوں کو زدوکوب کیا، ان میں سے تین کو شہید اور دو کو گرفتار کرلیا۔ مقامی لوگوں کے مطابق جاں بحق ہونے والے تمام شہری تھے۔

8 مئی کو صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے گاؤں نذر خان اور نجم الدین میں قابض افواج کی بمباری میں 11 شہری زخمی ہوئے۔

9 مئی کو صوبہ غور کے دارالحکومت فیروز کوہ میں پولیس اہل کاروں نے سرکاری بدعنوانی کے خلاف مظاہرہ کرنے والے بے روزگار مظاہرین پر فائرنگ کردی، 5 شہری شہید اور 17 زخمی ہوگئے۔

10 مئی کو صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک کے علاقے شیوان اور شیخ لالہ میں افغان فورسز کی گولہ باری کے نتیجے میں بچوں سمیت 6 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔

10 مئی کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے سلطان خیل اور اسیا زرک خیل کے علاقوں میں افغان فوج کے مارٹر حملوں میں ایک خاتون اور ایک شخص شہید اور دو خواتین زخمی ہوگئیں۔

10 مئی کو صوبہ بلخ کے ضلع بلخ کے مضافات میں افغان فورسز کی فائرنگ سے چار کسان شہید اور زخمی ہوگئے۔ مقامی لوگوں کے مطابق ان افراد کو اس وقت نشانہ بنایا گیا جب وہ روزے کی وجہ سے رات کے وقت اپنے کھیتوں میں کام کررہے تھے۔

11 مئی کو صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ کے علاقے غنڈان میں حملہ آوروں نے قبائلی عمائدین کے ایک اجتماع پر بمباری کی، جس میں نو قبائلی عمائدین شہید اور سات زخمی ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد شہریوں نے شدید احتجاج کیا اور اس واقعہ میں ملوث ملزمان کو قرار واقعی سزا دینے اور مستقبل میں ایسے حملوں کی روک تھام کا مطالبہ کیا، احتجاج کے اختتام پر پولیس اہل کاروں نے مظاہرین پر فائرنگ کردی جس سے ایک شخص شہید اور پانچ مظاہرین زخمی ہوگئے۔

12 مئی کو صوبہ زابل کے ضلع شاجوئی کے علاقے حسن کاریز میں افغان فورسز کی گولہ باری کے نتیجے میں خانہ بدوشوں کے پانچ بچے اور خواتین شہید اور دو مرد زخمی ہوگئے۔

15 مئی کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے نودرہ کے علاقے میں افغان فورسز کی فائرنگ سے 6 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔

17 مئی کو صوبہ لغمان کے ضلع علیشنگ کے قلعہ کوچیان اور کونجی علاقوں میں افغان فورسز نے ایک کارروائی کے دوران دو شہریوں کو گھروں سے نکال کر شہید کردیا۔

18 مئی کو سفاک دشمن نے صوبہ غزنی کے ضلع گیرو کے پنی گاؤں میں ایک ہیلتھ کلینک (سی ایچ سی) پر بمباری کی جس سے کلینک کے طبّی سامان، دوائیں اور دیگر متعلقہ سامان تباہ ہوگیا۔

18 مئی کو صوبہ بلخ کے ضلع چمتال کے علاقے نوشہرہ ترکو میں حملہ آوروں اور افغان فورسز کی بمباری سے تین شہری شہید اور ان کے مکانات کو نقصان پہنچا۔

19 مئی کو حملہ آوروں اور افغان فورسز نے صوبہ قندوز کے ضلع چہار درہ کے منگتیپی کے علاقے میں ایک مقامی اسپتال پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں دو مریض شہید ہو گئے اور اسپتال کی عمارت اور سامان کو نقصان پہنچا۔

19 مئی کو قندوز کے دارالحکومت کے قریب عاق مسجد کے علاقے میں افغان فورسز کے حملے میں ایک مقامی مسجد کو نقصان پہنچا۔

19 مئی کو صوبہ قندوز کے ضلع علی آباد کے علاقے عمر خیل میں سفاک دشمن نے ایک کشتی پر بمباری کی جس کے نتیجے میں چھ شہری شہید اور سات زخمی ہو گئے۔

19 مئی کو افغان فورسز نے صوبہ پروان کے دارالحکومت کے قریب خلازی کے علاقے میں تعلیم القرآن مدرسہ کی مسجد پر حملہ کیا، جس میں آٹھ شہری شہید اور دس دیگر زخمی ہو گئے، حملہ اس وقت ہوا جب لوگ شام کی نماز ادا کر رہے تھے۔

20 مئی کو صوبہ جوزجان کے ضلع مردیان کے گاؤں جنگل اریغ میں سرکاری فوج کی بمباری میں خواتین اور بچوں سمیت 7 شہری شہید ہو گئے۔

20 مئی کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے حیدر آباد کے علاقے میں افغان فورسز کی کارروائی میں ایک شخص زخمی اور دو خواتین شہید ہو گئیں۔

20 مئی کو صوبہ لوگر ضلع خوشی کے گاؤں سلطان خیل میں چھاپے کے دوران حکومتی فورسز نے گھروں کے دروازوں کو دھماکہ خیز مواد سے اڑایا، قیمتی چیزوں اور نقد رقم کو چھین لیا گیا، جب کہ دولت خان اکا اور اس کے دو بیٹوں (عبد اللہ اور رحمت اللہ) کو اپنے گھر میں شہید کر دیا۔

20 مئی کو صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ کے علاقے بوکا میں افغان فورسز نے ایک شہری کو شہید کر دیا۔

20 مئی کو سرکاری فوج نے صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد کے باسوسو اور محفلی علاقوں میں مقامی لوگوں کے گھروں پر بمباری کی جس میں چار خواتین اور ایک شخص شہید اور چھ شہری زخمی ہوئے۔

22 مئی کو صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغا کے ونجان بازار کے قریب افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک بوڑھا شخص شہید ہو گیا۔

22 مئی کو سرکاری فوج نے صوبہ جوزجان کے ضلع اقچہ اور منگجک کے درمیان عام لوگوں کے گھروں پر بمباری کی، جس سے ایک گاؤں قرہ ادک میں 32 گھروں کو نقصان پہنچا۔

23 مئی کو صوبہ لغمان کے ضلع علیشنگ کے علاقے سالاب میں افغان فورسز کی گولہ باری سے ایک گھر میں دو بچے شہید اور تیرہ زخمی ہوئے۔

24 مئی کو سرکاری فوجیوں نے صوبہ غزنی کے ضلع قرباغ کے ایک گاؤں پڑاو پر مارٹر گولے داغے جس سے ایک مکان تباہ اور اس میں ایک بچہ شہید اور چار زخمی ہو گئے۔

24 مئی کو صوبہ بادغیس کے ضلع سنگ آتش کے چشمہ دوزک کے علاقے میں افغان فورسز کی اندھا دھند فائرنگ سے 3 بچے شہید ہو گئے۔

27 مئی کو صوبہ زابل کے ضلع شاجوئی میں ابراہیم خیل کے علاقے میں سرکاری فوج کی بمباری میں دو شہری شہید اور چار بچے زخمی ہو گئے۔

27 مئی کو صوبہ روزگان کے ضلع خاص ارزگان کے گرم اب علاقے میں افغان فورسز نے ایک طالب علم کو شہید کر دیا۔

27 مئی کو صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان کے علاقے شہر کہنہ میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک نوجوان شہید ہوا۔

31 مئی کو صوبہ تخار کے ضلع ینگی قلعہ میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک عورت سمیت دو افراد شہید ہوئے۔

31 مئی کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے گاؤں چغری میں سرکاری فوج نے ایک مکان کو نشانہ بنایا جس میں تین بچے شہید ہو گئے۔

31 مئی کو صوبہ پروان کے ضلع سیاہ گرد کے علاقے جوی اختر میں سرکاری فوج کے حملے میں تین بچے شہید اور تین زخمی ہو گئے۔

ذرائع: "بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراو بر، نن ڈاٹ ایشیا اور بینوا ویب سائٹس"۔

افغانستان مئی 2020 میں

احمد فارسی

نوٹ: یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے۔

جیسا کہ پچھلے مہینوں کی رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ کے ساتھ معاہدے کے بعد مجاہدین کے حملوں میں کسی حد تک کمی آئی ہے۔ علاوہ ازیں مئی میں عید کے موقع پر تین روزہ جنگ بندی ہوئی تھی لیکن مجموعی طور پر ماہ مئی میں مجاہدین نے اہم فتوحات حاصل کیں، اسی دوران دشمن کے سینکڑوں اہل کاروں کی جانب سے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ جاری رہا۔ نیز دشمن کے فوجی اڈوں اور چوکیوں پر مجاہدین کے حملوں کا سلسلہ بدستور جاری تھا، ملک کے مختلف حصوں میں متعدد فوجی اور پولیس اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے، اس ماہ کے دوران سفاک دشمن نے عام شہریوں پر بہیمانہ تشدد کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان واقعات کے علاوہ دیگر اہم موضوعات کو نچلی سطور میں پڑھا جاسکتا ہے۔

غیر ملکی حملہ آوروں کے نقصانات:

جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ قابض دشمن پر براہ راست حملے ملتوی کر دیئے گئے ہیں، لہذا مئی کے مہینے کے دوران غیر ملکی دشمن کا کوئی خاص نقصان نہیں ہوا تاہم 21 مئی کو امریکی محکمہ دفاع نے بگرام ایئر بیس میں ایک فوجی کی ہلاکت کا اعلان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ فوجی غیر جنگی واقعے میں ہلاک ہوا۔

افغان فورسز کے نقصانات:

اگرچہ عیدالفطر کے موقع پر مجاہدین کے حملوں کی شدت میں واضح طور پر کمی آئی تھی، تاہم افغان فورسز کی ہلاکتوں کی تعداد میں قابل ذکر کمی نہیں آئی۔ ان کی ہلاکتوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہوسکی لیکن ان کی ہلاکتوں کی چند مثالیں یہ ہیں:

3 مئی کو کابل ننگرہار قومی شاہراہ پر نامعلوم افراد نے سپریم کورٹ کے انتظامیہ کے سربراہ کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ 8 مئی کو خوست کے پولیس چیف کو مجاہدین نے ہلاک کر دیا۔

قندھار کے ضلع معروف میں کابل انتظامیہ کے دو گروپوں کے درمیان جھڑپ میں ایک کمانڈر سمیت 18 اہل کار ہلاک ہوئے، 25 مئی کو صوبہ ہلمند میں میوند چھاونی کے کمانڈر کورونا وائرس کی وجہ سے جاں بحق ہوا، اس کے علاوہ مجاہدین کے حملوں میں سیکیورٹی فورسز کے سینکڑوں اہل کار مارے گئے لیکن ان کی ہلاکتوں کی صحیح تعداد کا پتہ نہیں چل سکا ہے۔

ادھر 3 مئی کو سیگار نے ایک خبر شائع کی کہ گزشتہ تین مہینوں کے دوران کابل انتظامیہ کے دو طیارے مخالفین نے مار گرائے، اس کے اعلان کے بعد مجاہدین نے قندہار کے ضلع شاہ ولیکوٹ میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا۔

نہتے شہریوں پر تشدد:

امن معاہدے کے بعد عام شہریوں کی ہلاکتوں میں کسی حد تک کمی واقع ہوئی تھی لیکن مئی میں ایک بار پھر شہری ہلاکتوں میں اضافہ ہوا، اس ماہ کے دوران ملکی اور غیر ملکی فورسز کے مظالم کا سلسلہ جاری رہا، چند واقعات بطور مثال ملاحظہ فرمائیں۔

امارت اسلامیہ نے 5 مئی کو ایک اعلامیہ جاری کیا کہ مشترکہ دشمن کی کارروائیوں میں اپریل کے مہینے کے دوران ملک کے مختلف حصوں میں 363 شہری شہید ہوئے۔ اس سلسلے میں 7 مئی کو پینٹاگون نے بھی اعتراف کیا کہ گذشتہ سال کے دوران امریکی فوج کی کارروائیوں میں سو سے زیادہ شہری شہید ہوئے۔ 9 مئی کو صوبہ غور کے دارالحکومت میں پولیس اہل کاروں نے ایک ریلی پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں 21 شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ 12 مئی کو افغان فورسز نے صوبہ میدان وردگ میں ایک کلینک پر حملہ کیا، اسی دن صوبہ بلخ میں دشمن کے طیاروں کی بمباری میں 20 افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔

27 مئی کو عیدالفطر کے موقع پر صوبہ زابل میں کابل انتظامیہ کے فضائی حملے میں سات بچے شہید اور زخمی ہوگئے۔

امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر ان تمام واقعات، حملوں اور شہری ہلاکتوں سے متعلق مکمل رپورٹ مل سکتی ہے۔

ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ:

یہ سلسلہ جو امن معاہدے کے بعد شروع ہوا تھا، مئی میں بھی جاری رہا۔ دشمن کے مسلح اہل کاروں نے روزانہ کی بنیاد پر ملک کے مختلف حصوں میں کابل انتظامیہ کی صف سے علحیدگی اختیار کرنے اور مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ جاری رکھا، 13 مئی کو امارت اسلامیہ نے ایک بیان میں کہا کہ گذشتہ ایک ماہ کے دوران دشمن کے 13 سو اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دئے ہیں۔

اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کے جلب وجذب کمیشن کی کوششوں کے نتیجے میں یکم مئی کو لغمان اور میدان وردگ صوبوں میں دشمن کے 116 اہلکار، پولیس اور سپاہی مجاہدین میں شامل ہوئے، اس کے بعد 9 مئی کو صوبہ بغلان میں دشمن کے 17 اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا، 10 مئی کو صوبہ فراہ کے سابق پولیس کمانڈر اور فراہ کے موجودہ نائب گورنر کے والد جنزل بختور مجاہدین میں شامل ہوگئے۔ اسی دن صوبہ لوگر، بلخ اور بغلان میں دشمن کے درجنوں اہل کار سرنڈر ہوئے۔ 29 مئی کو صوبہ فراہ میں قومی سلامتی کا ایک کمانڈر اپنے کچھ افراد کے ہمراہ مجاہدین میں شامل ہوا اور اگلے دن لغمان کے مختلف اضلاع میں 71 اہل کاروں نے سرنڈر ہونے کا اعلان کیا۔

امارت اسلامیہ میں شامل ہونے والے دشمن کے اہل کاروں کی صحیح تعداد امارت اسلامیہ کے جلب وجذب کمیشن کی خصوصی رپورٹوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

الفتح آپریشن:

مئی کے مہینے کے دوران مجاہدین کے حملوں میں کمی اور عیدالفطر کی جنگ بندی کے باوجود دشمن پر درجنوں چھوٹے اور بڑے حملے ہوئے۔

4 مئی کو جنوبی صوبہ ہلمند میں نیشنل ڈائریکٹوریٹ آف سیکیورٹی (این ڈی ایس) کے خصوصی یونٹ پر کار بم دھماکہ ہوا، جس سے اس یونٹ کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 14 مئی کو صوبہ پکتیا میں ایک فدائی مجاہد نے افغان فوج کے ایک بیس پر کار بم دھماکہ کیا جس میں درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے، اگلے روز صوبہ غزنی میں بھی ایک فدائی حملے میں متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

قابض فوج کا انخلا:

یکم مئی کو سی این این نے خبر شائع کی کہ امریکہ دوحہ معاہدے کے شیڈول سے قبل افغانستان سے اپنے فوجیوں کے انخلا پر غور کررہا ہے۔ 14 مئی کو افغانستان میں حالیہ جنگوں کے رد عمل میں کہا کہ ان کا افغانستان میں کوئی اور جنگ لڑنے کا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔ امریکی انٹیلیجنس ماہرین کے مطابق امریکہ کی موجودہ سنگین صورتحال بھی جنگ پسند جرنیلوں کی نگرانی کا باعث بنی ہے۔ اور کسی بھی وقت ٹرمپ افغانستان سے امریکی فوج کے فوری انخلا کا حکم دے سکتے ہیں۔

نام نہاد انتخابات اور شرمناک جمہوریت:

دھاندلی زدہ اور نام نہاد انتخابات کے چھ ماہ سے زیادہ وقت گزرنے، نتائج کا اعلان کرنے اور دونوں فریقوں کی حلف برداری کے بعد 17 مئی کو فریقین نے ایک سمجھوتہ کرکے عوام کی رائے پر سودہ بازی کی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس اتحاد کے دوران عوامی رائے کے برخلاف دونوں رہنماوں نے صرف ایک ہی چیز کو مدنظر رکھا اور مخصوص نشستوں پر اپنی گرفت کو مضبوط کرکے عوامی رائے کی لاج رکھنے کی پاسداری نہیں کی، جو ان کے اپنے جمہوری اصولوں کی خلاف ورزی ہے، اگر کسی مصلحت کے تحت اتحاد کرنا تھا تو پھر اتنی خطیر رقم سے انتخابات کا ڈرامہ رچانے کی کیا ضرورت تھی، اس شرمناک جمہوریت سے عوام کا اعتماد اٹھ گیا ہے، اس سمجھوتے کے تحت ایک گروپ کے ناخواندہ شخص کو مارشل کا عہدہ دیا گیا جس پر اکثر لوگوں نے شدید تنقید کی اور اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا۔

مئی 2020ء میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
۱	قندہار	102				198	39	28	5	8	1
۲	ہلمند	139				138	192	56	18	15	
۳	زابل	32				56	9	10	3		
۴	اروزگان	27				42	27	2	6	8	
۵	ہرات	61				57	75	21	2	3	
۶	فراہ	32				56	25	12	4	3	
۷	بادغیس	19				12	16	4	1		
۸	نیمروز	15				10	8		1		
۹	غور	16				37	29	5	9	5	
۱۰	فاریاب	23				27	40	6	4	3	
۱۱	کونڑ	13				8	3				
۱۲	نورستان	9				2	12				
۱۳	غزنی	88				228	127	46	1		
۱۴	خوست	40				43	31	8			
۱۵	میدان وردگ	89				103	48	28			
۱۶	لوگر	48				139	32	16			
۱۷	کاپیسا	16				21	9				
۱۸	پکتیا	69				107	80	11			
۱۹	پکتیکا	11				9	5				
۲۰	ننگرہار	23				39	39	4			
۲۱	لغمان	16				65	38	28	1	3	
۲۲	کابل	28				31	33	8			
۲۳	پروان	11				27	6	2			
۲۴	کندز	23				40	38	10			
۲۵	بغلان	14				26	17	8			
۲۶	تخار	8				45	28	1			
۲۷	سمنگان	3				11	11				
۲۸	بدخشان	20				45	16	6			
۲۹	جوزجان	11				53	35	3			
۳۰	بلخ	52				120	74	26			
۳۱	بامیان	1				2	3				
۳۲	سرپل	5				2	7	1			
۳۳	دای کندی	1									
۳۴	پنج شیر										
	مجموعہ	1065				1799	1152	350	55	48	1

فرمان امیر المؤمنین

شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

ہمارا جہاد اللہ تعالی کی رضا، ملک کی مکمل خود مختاری اور یہاں حقیقی اسلامی نظام کے نفاذ کے ہدف سے انجام ہوا، اس جہاد میں عوام اور مجاہدین کی قربانیاں، تکالیف اور مسائل جھیلنے کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں، لہذا مذکورہ اہداف کو حاصل اور ثابت کرنے کی غرض اور فتنوں وخطرات کی روک تھام کے لیے تمام ہموطنوں، خاص کر امارت اسلامیہ کے ذمہ داروں اور مجاہدین سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اپنے بنیادی مقاصد پر سنجیدگی سے توجہ دیں، اپنی صف اور قوت کو مضبوط تر کریں، باہمی اتحاد اور اطاعت کو مزید محکم رکھے اور انتظامی ساخت کو مزید منظم کریں

SHARIAT
Monthly Islamic Magazine
امارت اسلامی افغانستان
به ولایت بغلان ولسوالی دهنه غوری خوش آمدید
جهاد فی سبیل الله